دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
ماہنامہ
الحق
زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور (مغربی پاکستان)

لہ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ الحق

اکوڑہ خٹک

جلد : ۵
شمارہ : ۱۰

جمادی الاول ۱۳۹۰ھ
جولائی ۱۹۷۰ء

مدیر ـــــــــــ سمیع الحق

اس شمارے میں

★

بدل اشتراک

مغربی اور مشرقی پاکستان سے -/۸ روپے ، فی پرچہ ۷۰ پیسے
غیر ممالک بحری ڈاک ایک پونڈ ، غیر ممالک ہوائی ڈاک دو پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ طابع و ناشر نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

انڈونیشیا کے بطلِ جلیل ڈاکٹر عبدالرحیم سوئیکارنو وفات پا گئے اور وہ گرجدار آواز خاموش ہو گئی جس کی للکار سے مغربی سامراج لرزہ براندام رہتی اور اقوامِ متحدہ میں زلزلہ آجاتا۔ انڈونیشیا کے جہادِ حریت کا سرخیل، ایشیا کا مردِ غیور، عالمِ اسلام کا غمگسار چلا گیا اور سامراجی طاقتوں کے لئے ایک خدائی تلوار ٹوٹ گئی۔ مگر اس کی چمک دمک سے آج بھی عیار اور خونخوار مغرب کی آنکھیں خیرہ ہیں۔ اس کا مشن زندہ ہے، اس کا جذبۂ جہاد اور جوشِ عمل تمام ایشیائی اقوام بالخصوص عالمِ اسلام کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ مسلمانوں کو حق حاصل ہے کہ اپنے اس فرزندِ جلیل پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فخر کریں جس نے نہایت بے سروسامانی کے عالم میں جاپانیوں اور ولندیزیوں کے مقابلہ میں تین ہزار بکھرے ہوئے جزیروں کو متحد کر کے ایک آزاد اور پروقار مقام تک پہنچایا۔

آج عالمِ اسلام کو عظیم انڈونیشیا پر ناز ہے ایک ظالم اور جابر قوم کے مقابلہ میں مظلوم و محکوم منتشر مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو دینا سوئیکارنو کی بے مثال قربانی، جدوجہد، سرفروشی اور حسن و تدبر و استقامت کی دلیل ہے۔ سوئیکارنو انڈونیشیا تھے اور انڈونیشیا سوئیکارنو بلاشبہ وہ انسان تھے۔ ان کی ذاتی زندگی میں خامیاں بھی تھیں، مگر اتنی ہرگز نہیں جتنا مغربی استعمار اور اس کے ذریت نے مخصوص عزائم کی بنا پر بڑھا چڑھا کر پیش کیا وہ یورپ کے گلے کا کانٹا تھے اور عالمِ اسلام کے قابلِ فخر فرزندوں اور استعمار دشمن غیور اور جسور بہادروں کو رسوا و بدنام کرنا یورپ کا خاص حربہ رہا ہے وہ عمر بھر ظلم اور استعمار کے خلاف برسرِ پیکار رہے مگر عمر کے آخری حصہ میں بین الاقوامی سازشیوں اور اندرونی جاہ پسندوں سے اس وقت ہار گئے جب وہ اپنی زندگی کی پوری توانائیوں سے انڈونیشیا کے افق پر آزادی کا چراغ روشن کر چکے تھے یہ چراغ نہ صرف انڈونیشیا بلکہ پورے عالمِ اسلام کو قوتِ ارادی، عزمِ مسلسل، احساسِ خودی کی حرارت دے رہا ہے۔ وہ حرارت جس سے جغرافیائی اور

تمام مادی رکاوٹیں پگھل جاتی ہیں اور ۱۹۶۵ء جیسے نازک وقت میں ایک انڈونیشی اور پاکستانی مسلمان ایک جان دو قالب بن جاتا ہے۔ جو آنکھیں استعمار کے اس بدترین دشمن کی چمک دمک سے چندھیا گئی ہیں آج ان میں اپنے اس بطل جلیل کے لئے ایک آنسو بھی نہیں ہے۔ مگر امریکہ اور یورپ سے معمولی نفرت رکھنے والا ہر مسلمان ہر ایشیائی ہر حریت پسند ہر سامراج دشمن سوئیکارنو پہ نوحہ کناں ہے۔

جون کے آخری ہفتہ لاہور میں جمعیۃ العلماء اسلام کے زیر اہتمام آئین شریعت کانفرنس کا اتنے عظیم اور منظم پیمانے پر انعقاد اس ملک کی علمی، و دینی تاریخ میں ایک مثالی واقعہ ہے اور جمعیۃ العلماء اسلام کے اکابر بجا طور پر اسلامی قوت و شوکت کے اس شاندار مظاہرہ پر تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔ جھلسنے والی شدید گرمی میں اتنے بڑے پیمانہ پر ملک کے دور دراز گوشوں سے دین کے طلبگاروں اور اسلام کے مجاہدوں کا آئین شریعت کے نام پر لبیک کہنا اور بے سروسامانی کے عالم میں اس جوش، عزم، اخلاص اور نظم و ضبط کے ساتھ لاہور میں جمع ہو جانا اس ملک کے دینی مستقبل کے لئے تائید غیبی سے کم نہیں۔ بیشک اس کانفرنس اور اس کے جلوس نے اس ملک میں علماء کی قوت کا سکہ بٹھا دیا ہے اور یہ حقیقت ایک بار پھر ابھر کر سامنے آگئی ہے۔ کہ یہاں کے عوام پاکستان میں اسلامی نظام کے سوا کوئی آئین، نظریہ اور کوئی ازم قبول نہیں کر سکیں گے۔ علماء، آئمہ، خطباء اور عام مسلمانوں کی یہ عظیم طاقت ہر اس شخص کے لئے ایک للکار ہے۔ جو اس ملک میں کسی غیر اسلامی نظام کے قوانین دیکھ رہا ہے۔ یہ ایک چیلنج ہے ان اغراض پسندوں کیلئے جو آج سیاست کی خاطر اپنے کفریہ عزائم پر اسلام کا خول چڑھانا چاہتے ہیں۔ باطل کی ان تمام قوتوں کو جلد یا بدیر وسائل اور اسباب سے یکسر محروم مگر اللہ کے ہاں پسندیدہ اور محبوب طبقہ "علماء کرام" اور متلاشیان شریعت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جن کی ظاہری یا باطنی تمام سازشیں اس ملک میں شریعت محمدی کے پروان نہ چڑھ سکنے کے گرد گھومتی رہتی ہیں۔ اس کانفرنس سے چند باتوں میں تو پورے ملک کے مسلمانوں کی ترجمانی کی ایک تو آئین شریعت کی ترجمانی اور دوسری بات یہ کہ مغربی سامراج عالم اسلام کا اولین و بدترین دشمن ہے۔ اور ہماری تمام داخلی و خارجی پریشانیوں کا بنیادی سبب مسلمانوں کا ابدی و ازلی دشمن یورپ ہے۔ تیسری حقیقت یہ سامنے آئی کہ پاکستان [illegible] بھی عالم

انشاء اللہ سوشلزم، کمیونزم یا کسی دوسرے لادینی نظام کی لعنت ایک لمحہ کیلئے گوارا نہیں کر سکے گا۔ اور آج اگر وہ ایک محاذ پر مصروف جنگ ہے تو کل اس سے زیادہ مقابلہ دوسرے محاذوں پر بھی ہونے والا ہے۔ امید ہے آئین شریعت چاہنے والے موجودہ کامیابی پر قناعت کرنے کی بجائے اپنی جدوجہد کو تیز تر رکھیں گے۔ کثرت پر عجب سے بچنا چاہئے۔ ویوم حنین اذا اعجبتکم کثرتکم۔ میں ہمارے لئے سبق ہے۔ اس طاقت اور قوت کو اور منظم اور مستحکم کرنا چاہئے شریعت اسلامیہ کے مطالبہ کی اس وسعت و گہرائی کا۔ یہ تاثر اور بھی گہرا ہونا چاہئے اور دینی و علمی شیرازوں کو بھی مجتمع کرنے کی فکر رہنی چاہئے جب تک کہ آخری منزل تک رسائی نہ ہو۔ ولتکون کلمۃ اللّٰہ ھی العلیا۔

دیگر اسلامی ممالک کیطرح افغانستان بھی خارجی اثرات کی وجہ سے بے حیائی، بے پردگی اور آزاد خیالی کی لپیٹ میں ہے۔ شہروں سے تو جبراً بے پردگی پھیلانے کی خبریں آرہی ہیں۔ اور اب غیر مصدقہ اطلاع ہے کہ وہاں کے علماء کرام اپنی دینی مسئولیت اور جذبۂ اعلاء حق وانکار منکر کی بناء پر اس برائی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور بہت سے اپنے اسلاف کی سنت کے مطابق ظلم وستم کا نشانہ بھی بن رہے ہیں۔ بھلائی اور برائی کی آویزش ہماری تاریخ کا ایک مسلسل اور مربوط باب ہے۔ مگر افسوس کہ کچھ تو وہاں کے شخصی نظام مملکت کی گرفت اور کچھ علماء کی سرد مہری اور سیاسی شعور اور احساس فریضہ کی کمی کی وجہ سے اب تک منکرات کا اتنا مقابلہ نہیں ہو سکا جتنا چاہئے تھا۔ ورنہ اس ملک میں بے حیائی کی ترویج اور روسی اثر ونفوذ کی نوبت یہاں تک نہ پہنچتی جہاں ایک تصویر ہی امان اللہ خان جیسے مقبول بادشاہ کی معزولی کا سبب بنی۔

آج افغانستان کی نوجوان پود ایک طرف مغرب کی سحر طرازیوں اور مادیت کی زد میں ہے دوسری طرف روسی دہریت والحاد کا عفریت اسے ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ ان خرابیوں کی اصلاح کے لئے جہاں علماء کرام کو منظم اور بھرپور جدوجہد کی ضرورت ہے وہاں ملک کے برسر اقتدار، باوقار اور معزز گھرانے کو اپنے دیندار، غیرتمند اور حساس مسلمانوں کی دینی تمدنی روایات اور سنہری تہذیب کو بچانے کی فکر کرنی چاہئے۔ ترقی کے نام سے جو راستہ مسلمان ممالک اور اقوام اپنا رہے ہیں اس کا انجام بہرحال تباہی اور بربادی ہے۔

جو ملک و قوم کے حق میں بہتر ہے نہ حکمران خاندان کے حق میں۔

مرکزی حکومت کا نیا بجٹ (میزانیہ) ہر لحاظ سے مایوس کن ہے۔ اس کے ظاہری اسباب تو سامنے ہیں، کامیابی اور خیر و برکت کے جو معنوی وجوہات ہوتے ہیں، دین کی اشاعت، اسلامی اقدار کے فروغ اور ملک اور معاشرہ کے اخلاقی اور عملی تطہیر، کیا اس کیلئے ان اربہا ارب کے میزانیوں میں کبھی ایک پیسہ بھی رکھا گیا ہے۔ دین اور علوم دین کے بارہ میں یہی بے اعتنائی موجودہ بجٹ میں بھی موجود ہے۔ مگر کیا قدرت خاموش تماشائی بنی رہے گی۔؟ نہیں۔ بجٹ بڑھتے رہیں گے، غریبوں کی کمر ٹوٹتی رہے گی، پریشانی ہیجان، بحران، اور معاشی تعطل، گرانی، اور کاروبار میں بے ایمانی کا دور دورہ بھی بڑھتا جائے گا۔ کہ مسلمان قوم کا کوئی منصوبہ، اور میزانیہ صرف ظاہری اسباب پر کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک قدرت کی غیبی مدد شامل حال نہ ہو۔

پچھلے ماہ بھارت میں مجددی سلسلہ رشد و ہدایت کا ایک درخشندہ ستارہ —— (شاہ محمد یعقوب مجددی سرہندیؒ) غروب ہوگیا۔ حضرت شاہ صاحب مرحوم موجودہ دور میں خانوادہ مجددیہ کی خصوصیات دعوت و ارشاد کے امین تھے ان کے ارشادات و ملفوظات میں اکابر سلف کے تاثیر، گہرائی اور حکمت و موعظت کا عمیق حکیمانہ رنگ تھا۔ پچھلے دور میں وہ بھوپال میں ہندوستان کے اہل علم و دین کا مرجع بن چکے تھے۔ اور اکابر علم و فضل ان کی مجلس اصلاح اور صحبت سے مستفید ہوتے۔ حق تعالیٰ ان کے فیوضات کو جاری ساری رکھے اور انہیں مقامات قرب سے نوازے۔ واللہ یقول الحق وھو یہدی السبیل۔

سمیع الحق

کچھ ناساعد حالات کی وجہ سے پرچہ کی طباعت میں جو تاخیر ہوئی ہے ادارہ اس کیلئے معذرت خواہ ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ جو مدت سے ذیابیطس (شوگر) اور دیگر عوارض کے مریض ہیں کچھ عرصہ سے شوگر کا اثر بینائی پر بہت پڑ رہا ہے اور ایک آنکھ کالے پانی سے کافی متاثر ہو چکی ہے۔ ڈاکٹروں کا مشورہ اپریشن کا تھا جو ۱۰ر جولائی کو ہو چکا ہے۔

تمام قارئین بالخصوص اہل دل و اصحاب علم اور دیندار مسلمانوں سے اپیل ہے کہ دعاؤں کا اہتمام فرما کر ممنون فرماویں۔ —— ادارہ ——

محمد اشرف ایم اے ۔ صدر شعبہ عربی۔ اسلامیہ کالج پشاور

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
اور
معاشی نظام

یہ مقالہ بمقام ہمدرد پشاور میں تذکارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں "حضور انور بحیثیت رہنمائے نظام معاشی و اقتصادی" کے عنوان سے پڑھا گیا۔

اشرف

تمہید ہمارے آقا سید الانبیاء حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تبارک و تعالیٰ کے آخری رسول اور نبوت کا معراج تمام ہیں آپکی بعثت کا دائرہ ہر زمان و مکان کو اپنے دائرہ عمل و حیطۂ اختیار و نفوذ میں لئے ہوئے ہے۔ آپ جملہ انبیاء کے سردار اپنی تکمیل و جامعیت میں ممتاز گلشن نبوت کے گل سرسبد اور باعث آفرینش و حاصل کائنات ہیں ؎

آب و گل میں مدتوں آرائشیں ہوتی رہیں تب کہیں اک آدمی کونین کا حاصل بنا

آپ سے بیشتر جو نبیؑ یا رسولؑ آئے کسی خاص قوم و طبقے یا محدود وقت کے لئے تشریف لائے۔ لیکن آپ ہمیشہ کے لئے آئے۔ ہر طبقہ اور گروہ۔ ہر نسل و قوم اور ہر ملک و علاقے کے لئے آئے۔ آپ کی نبوت لازوال۔ آپ کی رسالت دائمی۔ آپ کا دین ابدی ہے۔ اس لئے آپ کی شان سب انبیاء میں نمایاں۔ کام سب سے اونچا۔ کردار سب سے پیارا، دائرہ سب سے وسیع۔ دعوت سب سے کامل۔ نمونہ سب سے اعلیٰ اور پیام ہمہ گیر و عالمگیر ہے۔ اس لئے آپ کا ہر نظریہ و عمل ہر قول و فعل اپنی جامعیت و کاملیت میں اپنی نظیر آپ اور دلکشی و محبوبیت میں لاثانی و بے مثال ہے ؎

تو ہے مجموعہ خوبی و سراپائے جمال کونسی تیری ادا جسکے طلبگار نہیں

آپ کا دین توحید الٰہی کے ساتھ "وحدتِ انسانیت" دین و دنیا کی یکجائی معاش و معاد کے ارتباط اور دنیا و آخرت کے باہمی ربط و تسلسل کا علمبردار ہے۔ آپ کا دین مسجد و بازار۔ عبادت و معاملات خدا پرستی اور دنیا داری کی دوئی کا قائل نہیں بلکہ آپ کے دین وحدت نے انسانی

زندگی کو ایک "کل" کی صورت میں پیش کیا جس میں انسان کے جملہ انفرادی واجتماعی۔ دینی ودنیاوی۔ قومی وطبقاتی۔ نجی وعائلی، تجارتی وزراعتی۔ صنعتی ومعاشی۔ اقتصادی وسیاسی، معاشرتی و عمرانی احوال ومعاملات کا انتہائی منصفانہ قابلِ عمل حل پیش کر دیا گیا۔ جس میں جملہ طبقات انسانی کے مفادات وضروریات کی رعایت کی گئی ہے۔

حضرات کرام! اپنے موضوع پر بات شروع کرنے سے پیشتر ایک ضروری نکتہ کیطرف آپ کی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے جب ہم ان کی تعلیمات کے بارے میں کچھ بات کہنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ رسول کا پیام اسکا ذاتی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے سن کر کہتا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دیکھ کر سناتا ہے۔ اس لئے ہر نبی کے قول وفعل پر الٰہی علم کی مہر لگی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے قول وفعل میں علوم ومرضیاتِ الٰہیہ کا پیام رساں اور نمونہ ہوتا ہے۔ اس کا مخلوق سے تعلق اپنی انسانی نسبت سے کم اور اپنی نبوی اور الٰہی نسبت سے زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وما محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ وکان اللہ بکل شیئٍ علیما۔ (احزاب)	محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیامبر اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں۔

اس آیت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اے انسانو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارا انسانی نسبی تعلق نہیں اس لئے ان کے کلام وپیام کو ان کی بشری حیثیت سے نہ پڑھو بلکہ ان کے رسول ہونے کی حیثیت سے ان کے ہر پیام وکلام اور ان کے عطا کردہ ہر نظام کو مانو خواہ وہ عبادات سے متعلق ہو یا معاملات سے متعلق ہو یا معاشیات سے۔ اقتصاد سے متعلق ہو یا سیاسیات سے۔ تدبیر کے متعلق ہو یا عائلی قوانین سے زندگی کے جس طبقے یا جس مسئلہ کے متعلق۔ انہوں نے جو حل اور طریقہ بتا دیا ان کا ذاتی تجویز کردہ نہیں۔ بلکہ "رسول اللہ" ہونے کی حیثیت سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علم وپیام، حکم ومنشار کو آپ تک پہنچایا ہے۔ اس لئے ان کی بات گویا اللہ تعالیٰ کی بات اور ان کی اطاعت گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ قرآنِ کریم ہمارے اس دعوے کی تصدیق ان آیات پاک میں کرتا ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی - (النجم)	آپ اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں فرماتے بلکہ آپ کی تو ہر بات اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔
ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ	جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

مذکورہ آیت سے دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رتبی زمانی اور مکانی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔

آپ پر نبوت اور رسالت کے ہر جزو کل کو ختم کر دیا گیا۔ اس لئے اب آپ کا پیغام اور لایا ہوا نظام زندگی اور حیات انسانی کے متعلق بنائے ہوئے جملہ طریقے پوری انسانیت کے لئے قیامت تک اللہ تعالیٰ کا آخری پیام اور انسانی فوز و فلاح کامیابی اور نجات کا آخری نظام ہے۔ جس میں کسی تبدیلی و تغیر کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس پیغام و نظام حیات کی بھیجنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جو "کان اللہ بکل شیئ علیما" کی مصداق ہے۔ یعنی ازل میں ابد تک کے احوال و کوائف کی جاننے والی جملہ طبقات انسانیہ کے مفادات کی نگہبان و نگران اور ہر زمانے میں پیش آنے والے انسانی مسائل سے واقف ہے۔ پس جو نظام حیات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا وہ جملہ انسانوں اور ہر طبقہ کے مفادات و ضروریات کا کفیل اور بہترین حل ہے۔ کہ اس کا اصل موجد اور شارع یعنی پیش کرنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ اس لئے یہی نظام منصفانہ اور عادلانہ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری شخصیت ایسا نظام حیات نہیں دے سکتی۔ خواہ معاشی و اقتصادی ہو یا خواہ سیاسی و قانونی۔ جس میں ہر طبقہ یا گروہ یا فرد کا مجوزہ نظام یا اس کا کوئی حصہ اسلامی نظام کی نہ جگہ لے سکتا ہے نہ اس کا پیوند اسلام میں لگایا جا سکتا ہے۔ انسانوں کا جو گروہ یا طبقہ یا فرد قانون بنائے گا۔ اس میں انسانی بشری میلانات و تقاضوں کی بنا پر طبقاتی نسلی و وطنی و قومی و ملکی مفادات خاصہ VESTED INTERESTS کی کچھ نہ کچھ رعایت ہوتی جاتی ہے۔ جیسا کہ دنیا کے دساتیر و قوانین اور ان کی تاریخ سے واقف حضرات اچھی طرح جانتے ہیں۔ سرمایہ دار مزدور کی رعایت کما حقہٗ نہیں کر پاتا مزدور سرمایا دار کے مفادات سے کامل انصاف فطرتاً نہیں کر سکتا۔ جمہوریت میں اقلیت کی رائے کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ ڈکٹیٹر شپ میں فرد واحد کی چلتی ہے۔ غرض صرف اللہ تعالےٰ

کی ذات عالی ہے جس کے لئے پوری مخلوق بدرجہ عیال کے ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے "الناس عیال اللہ" (بیہقی فی شعب الایمان) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو قانون بھیجا ہے اور جو نظام عدل یا نظام اقتصاد و معاشیات دیا ہے۔ وہ سب انسانیت بلکہ پوری مخلوق کو سامنے رکھ کر اور مستقبل کے تمام احوال و وقائع کو جان کر دیا ہے جس میں کسی طبقہ کی رعایت نہیں۔ نہ کسی کا خوف "عدل" میں مانع آیا ہے۔ اس نے وہ نظام ہر ذاتی مفاد سے خالی ہو کر محض مخلوق پروری اور انسانیت کی داد رسی کے لئے دیا ہے۔ بقول رومیؒ ؎

من نہ کردم خلق تا سودے کنم　　بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اس میں کسی پر ظلم نہ ہوگا نہ ظلم کی کسی کو اجازت دی جائے گی۔ حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرماتے ہیں:

یا عبادی انی حرمت الظلم علی	اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے
نفسی وجعلتہ بینکم محرماً	اوپر حرام کیا ہے۔ تو تم آپس میں ایک
فلا تظالموا۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلہ)	دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اقبالؒ نے بھی قانون الٰہی اور "قانون غیر" کے متعلق خوب کہا ہے۔

وحی حق بینندہ سود ہمہ　　در نگاہش سود و بہبود ہمہ
عادل اندر صلح و اندر مصاف　　وصل و فصلش لایراعی لاتخاف
عقل خود بین غافل از بہبود غیر　　سود خود بیند نہ بیند سود غیر
غیر حق چون ناہی و آمر شود　　زور ور بر ناتواں قاہر شود

غرض قانون الٰہی میں کسی خاص طبقہ گروہ۔ جماعت یا فرد کے لئے ظالمانہ مراعات وتحفظات کا کوئی چور دروازہ کھلا نہیں رکھا گیا۔ بلکہ ہر طبقہ انسانی کی فلاح و بہبود کے پیش نظر ایسا عادلانہ و منصفانہ نظام اقتصاد و معاشیات پیش کیا گیا ہے جس میں ہر طبقہ انسانی کے حقوق کی حفاظت اسکی دارین کی ترقی کا انتظام ہے اور مختلف طبقات انسانیہ میں الفت و محبت و یگانگت و اخوت کا پورا پاس رکھا گیا ہے۔

ان بنیادی حقائق کو پیش کرنے کے ابتدا ہم اسلام کے نظریہ اقتصاد کی چند اساسی نکات بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد انشاء اللہ اس کا مختصر عملی خاکہ پیش کرنے کی اس محدود وقت میں کوشش کریں گے۔

جیساکہ عرض کیا گیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظام اقتصاد پیش کیا وہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے پیش کیا گیا ہے اور جیسے ہر نظام کا مابعد الطبیعاتی یا فکری پس منظر ہوتا ہے جسکی بنیاد پر اس نظام کی بنیادیں استوار کی جاتی ہیں، اسطرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ نظام اقتصاد و معاش کی چند مابعد الطبیعاتی اور فکری بنیادیں ہیں۔

پہلی بنیاد اللہ تبارک وتعالیٰ کی ربوبیت کبریٰ اور رزاقیت مطلقہ کا تصور ہے کہ اصلاً پوری انسانیت کی پرورش وضروریات کی کفالت اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ قرآن کریم کی بیشمار آیات و احادیث مبارکہ کا ذخیرہ اس حقیقت پر گواہ ہے۔ ربوبیت الٰہیہ کا یہ نظام گو کائنات کے ذرہ ذرہ میں جاری وساری و طاری ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق چونکہ انسان نرا حیوان یا بڑھیا حیوان نہیں، بلکہ خلیفۂ الٰہی اور انسانی شرف وفضیلت کا حامل ہے اور اسکی زندگی اور ضروریات صرف اس عالم ہی میں ختم نہیں ہو جائیں گی۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے نظام کی انسان کے بارے میں چند موٹی موٹی بنیادوں پر بنا رکھی۔

۱۔ اسکی دنیاوی و معاشی بنیادی ضرورتیں کسی صورت میں نظرانداز نہ کی جائیں۔ اور اس میں مومن و کافر کی تخصیص نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ہی ان ضرورتوں کی کم از کم تحدید فرماکر اعلان فرما دیا تھا:

ان لک الا تجوع فیہا ولا	بلاشبہ تمہارا یہ حق ہے کہ تم یہاں نہ
تعریٰ وانک لا تظمؤا فیہا	بھوکے رہو۔ اور نہ ننگے رہو اور یہ کہ تم
ولا تضحیٰ۔ (طٰہٰ)	نہ پیاسے رہو۔ اور نہ دھوپ کی تپش اٹھاؤ۔

یعنی انسان کے کم ازکم بنیادی حقوق چار ہیں۔ روٹی، کپڑا، پانی، مکان۔

۲۔ چونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء علیہم السلام کے نزدیک انسان کی ضروریات صرف اس عالم ہی میں منحصر نہیں، بلکہ یہ عالم ایک رہگذر ہے جہاں سے چل کر انسان نے اپنے اصلی ٹھکانے میں پہنچنا ہے۔ جہاں اس کا ہمیشہ ہمیشہ کا قیام ہوگا۔

اس لئے اس کا نظام اور اسکی دنیاوی جملہ حاجتوں کی کفالت کا حکیمانہ طریقہ وہ مقرر کیا گیا کہ یہاں کی ضروریات بھی بطرز احسن پوری ہوں۔ اور آخرت کی زندگی بھی اس کے ساتھ ساتھ بنتی چلی جائے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

وما من دابّة الّا علی اللہ رزقہا ویعلم مستقرھا ومستودعہا (ھود - ۱)

اور نہیں کوئی چلنا والا زمین پر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ اسکا رزق ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی تھوڑے رہنے کی جگہ اور زیادہ رہنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا گیا کہ انسان کے ہر عمل کا پھل اسے آخرت میں ملے گا۔ اس لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ حیات دیا وہ بیک وقت دین و دنیا دونوں کی بھلائی اور کفالت کا ضامن ہے۔

۳۔ انسان چونکہ خلیفۂ الٰہی ہے اس لئے اس کے خلافت کے جواہر و خصائص اور کمالات کی بقا کو اس نظام معاش و اقتصاد میں اس کے حیوانی تقاضوں سے بڑھ کر اہمیت دی گئی ہے۔ خلافت کے جواہر سے ہماری مراد انسان کی وہ اعلیٰ اقدار ہیں جو اخلاق فاضلہ رحم و کرم جود و سخا صبر و شکر قربانی و ایثار اخلاص و بے نفسی غمگساری و چارہ سازی محبت و الفت وغیرہ وغیرہ اوصاف حمیدہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور جن کی وجہ سے انسان اور حیوان میں امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ ان جواہر کی بقاء اور آخرت کی زندگی کے بناؤ کے لئے مختلف و متفاوت صلاحیتوں کے انسانوں کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا منصفانہ اور عادلانہ نظام معیشت و اقتصاد پیش کیا جس میں ہر فرد و طبقہ اپنی جملہ صلاحیتوں کو بطریقہ احسن بروئے کار لاسکے اس کی دنیاوی اور معاشی حاجتیں بھی کماحقہ، پوری ہو جائیں اور اس کے اخلاق فاضلہ کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے۔ بلکہ ہر طبقہ اور ہر گروہ کا انسان اس نظام معاش و اقتصاد محبت و چین، سکون و اطمینان اور بھائی چارے کی زندگی گزار سکے، جس میں طبقاتی کشمکش گروہی کشمکش اور باہمی جنگ و جدل رقابت و منافقت کے جذبات کارفرما نہ ہوں بلکہ ہر طبقہ انسانی دوسرے طبقہ کا ہمدرد و غمگسار معاون و مددگار خیر خواہ اور خدمتگار بن کر زندگی گزارنے کو اپنی نجات و کامیابی کا ذریعہ سمجھے، حضرت رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کونوا عباد اللہ اخوانا۔ (بخاری) اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر زندگی گزارو۔ کہ ہمارے ایمان کا نشان یہ بھی ہے کہ جو بھلائی اپنے

لئے چاہتے ہو، دوسرے انسانوں کے لئے بھی چاہو۔ (احمد[1]) اس لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نظام معاش د اقتصاد دیا اس میں مزدور کے مفادات کی نگہداشت کو سرمایہ دار کا دین بنا دیا گیا۔ کاشتکار کے حقوق کی ادائیگی زمیندار کا مذہب قرار دیا گیا۔ مالدار کی جائز حاجتوں کو پورا کرنا مزدور کے لئے عبادت ٹھہری اور زمیندار کے حقوق کی ادائیگی کاشتکار کے لئے نیکی بنا دی گئی۔ حاکم و محکوم کاشتکار و زمیندار، مزدور و مالدار ہر طبقہ و ہر گروہ کے مفادات کو آپس میں ٹکرایا نہیں۔ بلکہ انسانیت کی بنیاد پر جملہ طبقات کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے انہیں آپس میں ایک جسد واحد کی طرح جوڑ دیا گیا کہ رب العالمین کے فرستادہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں منافرت وحقارت جنگ و جدل کے جذبات کو سازشوں یا انقلابی دعوتوں کے ذریعہ بھڑکانے نہیں آئے تھے بلکہ آپ کا پیام باہمی الفت و محبت بھائی چارہ اور یگانگت انسانی ہمدردی و غمگساری کا تھا۔ کہ بقول عارف رومی انبیاء علیہم السلام توڑنے نہیں آتے جوڑنے آتے ہیں۔ وہ مختلف طبقات کو آپس میں لڑانے نہیں آپس میں جوڑتے ہیں سے

تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

قرآن نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اخوت انسانیہ کے انعام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عادلانہ اور منصفانہ نظام معاشیات و اقتصاد پیش کرنے سے پیشتر دنیا میں رائج دو بڑے نظاموں سرمایہ داری و اشتراکیت کے متعلق بھی مختصر سی گفتگو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ اس افراط و تفریط غلط عمل اور اس کے باطل ردِ عمل کے درمیان اسلام کے معتدل نظام کی حقیقت اجاگر ہو سکے۔

دنیا میں عموماً معاشی بحران اور اقتصادی فساد جن وجوہ سے پھیلتا ہے۔ ان میں سے

---

[1] لایومن احدکم حتی یحب للناس ما یحب لنفسہ۔ تم میں سے اس وقت تک کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک لوگوں کیلئے بھی اس چیز کو نہ چاہتے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۲)

پہلی وجہ سرمایہ داری کا وہ ظالمانہ و بہیمانہ نظام ہے جسے قرآن نے قارونیت و اکتنازیت (ارتکاز دولت) کے نام سے یاد کیا ہے۔ اس کی بنیاد شخصی یا طبقاتی فوائد (VESTED INTERESTS) خودغرضی اور ذاتی منافع پر ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں سرمایہ دار دولت و زمین کو اپنی پیدا کردہ ذاتی ملک سمجھتا ہے اور اس کے تصرف د کا اپنے کو مختار مطلق گردانتا ہے۔ جس میں وہ وہ کسی خدائی ضابطہ یا حقیقی اخلاقی اقدار کا پابند نہیں ہوتا، اور نہ ہی ملت و انسانیت اور دیگر طبقات انسانی کے مفادات کو اپنا ذاتی مفاد اور ان کے نفع و ضرر کو اپنا نفع و ضرر سمجھتا ہے۔ قرآن کریم نے سرمایہ دار کے اس ذہن کا اشارہ قارون اور قوم شعیب کے الفاظ میں بالترتیب اس طرح فرمایا ہے۔ قارون کہتا ہے۔

"قارون نے کہا یہ سب مال و دولت مجھے اپنے ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے۔ اس لئے میں اس کا مالک حقیقی ہوں اور اس لئے مجھے اس پر ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے۔"

قوم شعیبؑ نے کہا:

اصلوتك تامرك ان نترك ما يعبد آباءنا او ان نفعل في اموالنا ما نشاء (۱۱ - ۸۶)

کیا تمہاری نماز تمہیں اس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ یا اپنے اموال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا ترک کردیں۔

گویا سرمایہ دار مال و دولت کو صرف اپنی ملک سمجھتا ہے اور اس میں ہر جائز و ناجائز تصرف کو اپنے ذاتی مصالح و مفادات کے ماتحت جائز سمجھتا ہے۔ خواہ اس کے اس عمل سے دوسرے طبقات کے حقوق کلیۃً یا جزءاً سلب ہو جاتے ہوں۔ قرآن کریم نے سرمایہ دار کی اس ذہنیت کا تذکرہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے ایک پیش شدہ مقدمہ کے تذکرہ میں تمثیل کے طور پر کیا ہے۔ کہ ان کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا۔ اس میں دو فریق تھے۔ ایک کے پاس ۹۹ دنبیاں تھیں۔ دوسرے کے پاس ایک۔ ایک دنبی والے نے مرافعہ کیا کہ ۹۹ دنبی والا کہتا ہے کہ یہ ایک دنبی بھی مجھے دے دے کہ میری سو پوری ہو جائیں ہمارے نزدیک سرمایہ دار کی حرص و آز کا یہی عالم ہے۔ وہ ہر جائز و ناجائز ذریعہ سے دولت کے جملہ منابع اور ذرائع پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اور چند دن میں دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں

آجاتی ہے۔ وہ پاکستان کے بائیس خاندان ہوں یا امریکہ کے دوسو بیس خاندان۔
سرمایہ داری کی بنیاد جن بڑے بڑے ستونوں پر ہے وہ بے لگام آزاد و باطل نجی ملکیت کے علاوہ سود قمار (سٹہ وغیرہ) احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی اور دیگر ناجائز آمدنیاں وغیرہ ہیں۔ اس نظام پر تفصیلی نقد و تبصرہ کا وقت نہیں ورنہ بتایا جاتا کہ یہ ظالمانہ نظام کسطرح انسانیت کے جملہ اخلاقی و عادلانہ تقاضوں کو ختم کر دیتا ہے اس کے ضمن میں زمینداری کا وہ غیر اسلامی بھی ہے جو کسی خدائی ضابطہ اور حدود و قیود کا پابند نہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام میں "دولت" کی ناجائز و غلط لوٹ کھسوٹ کے ردِعمل میں وہ منفی نظام جسے اشتراکیت واشتمالیت انقلابی سوشلزم وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے ہر اس دور میں وجود میں آتا رہا۔ جب بھی سرمایہ کی بدعملی نے نادار طبقات کی زندگی اجیرن کر دی۔ چنانچہ مصر قدیم میں فراعنہ کے عہد میں اس کے نقوش ملتے ہیں۔ افلاطون نے نظریاتی طور پر اسے کسی حد تک پیش کیا مشہور یونانی مقنن سولن کے عہد میں سپارٹا میں لیکارگا نے اصولِ اشتراکیت کے مطابق دولت کو مساوی تقسیم کر دیا۔ ایران قدیم میں مزدک نے زن زر زمین کے عام ہونے کا نعرہ لگایا۔ اٹھارویں و انیسویں صدی کے یورپ کے حالات نے اس ذہن کو جلا بخشی جسکا سب سے بڑا نمائندہ کارل مارکس ہے جس نے اینجلز کے ساتھ مل کر اشتمالیت و اشتراکیت کو ایک مستقل مذہب بنا دیا۔ اور بیسویں صدی میں لینن نے اسے عملی صورت بخشی اور اب روس و مشرقی یورپ کے علاوہ چین میں ماؤزے تنگ کی سرکردگی میں وہ ایک مستقل نظام حیات کی صورت میں رائج ہے اور دیگر ممالک میں پر و بال نکالنے کی کوشش میں مصروف ہے۔
جیسا کہ عرض کیا گیا۔ اشتراکیت غلط سرمایہ کاری کے ردِعمل میں وجود میں آتا ہے۔ اس لئے اس کا مزاج ہر اس بات کا انکار کرتا ہے، جو سرمایہ دارانہ نظام معاش میں ساری و طاری ہیں۔
"ردِعمل" کے غیظ و غضب میں وہ سرمایہ دارانہ نظام کے غلط مالی خاکوں کو ہی نہ صرف مٹاتا ہے بلکہ جو چیز وہاں رائج تھی اس کا قلع قمع بھی کر دیتا ہے۔ یورپ کے زمانہ وسطیٰ کے حالات جنکے ردعمل نے مارکسزم کو جنم دیا۔ اس نظام پر اس طرح اثر انداز ہوئے کہ اس نے نہ صرف اقتصادی نظام کی نفی کی بلکہ بقول اقبال کے ؎

کردم ام اندر مقاماتش نگاہ   لاکلیسا لاسلاطین لاالٰہ

کا وہ منفی نعرہ بلند کر دیا جو اشتراکی نظام کی رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ اور اشتراکیت کی بنیاد

میں انکارِ خدا، انکارِ آخرت اور انکارِ اقدارِ روحانیہ اور اثباتِ پیٹ و مادیت سمو گئی ہے

دین آں پیغمبرے ناحق شناس — بر مساواتِ شکم دارد اساس

گویا اب اشتراکیت ایک ایسا ملحدانہ نظامِ زندگی قرار پایا جس میں خدا کی جگہ کارل مارکس نے صحیفۂ آسمانی کی جگہ کیپٹل نے اور پیغمبر کی جگہ لینن و ماؤزے تنگ نے لے لی۔

اس کے اقتصادی نظام کی بنیادی ہیگل کے جدلیاتی نظریہ ڈارون کے ارتقائی نظریہ کی بنیادوں پر استوار ہونے کے بعد طبقاتی باہمی کشاکش اور مزدور و کسان اور سرمایہ دار اور زمیندار کی باہمی آویزش قرار پائی۔ یہ سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ دنیا میں اصل مسئلہ پیٹ اور صرف پیٹ کا ہے۔ اس بڑھیا حیوان کی حیوانی زندگی کی ضروریات کے جو مصادر و منابع تھے باہمی کشمکش میں سرمایہ داروں نے قوت و حیلوں سے ان پر قبضہ کر کے ایک بڑے طبقہ کو آسائش زندگی سے محروم کر دیا۔ اور سرمایہ دار کے دھوکے اور دجل نے غریب و مزدور کو فریب دینے کے لئے مذہب کا افیون ایجاد کیا۔ اور خدا پیغمبر اور آخرت وغیرہ کے نظریات اور دین کے حدود و قیود میں اسے الجھا کر پیٹ کے اصل مسئلہ سے بیگانہ کر دیا۔ اس لئے اشتراکی نظریہ میں جیسے سرمایہ دار کا وجود گالی ہے۔ اسی طرح نظریاتی اور عملی طور پر اشتراکی سوسائٹی میں خدا پیغمبر اور دین کا وجود بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں ایک ہی نظریہ جاری ہوگا۔ اور ایک ہی کی بات چلے گی۔ وہ مارکسی لینن ازم کی بات ہو یا چیئرمین ماؤزے تنگ کی۔ جیسے ایک مملکت میں دو بادشاہ نہیں سما سکتے۔ اشتراکی مملکت میں "اشتراکی مذہب" کے سوا دوسرا دین عملاً نہیں سما سکتا۔ جو اس کا انکار کرتا ہے وہ حقائق کو جھٹلاتا ہے۔ خصوصاً اسلام جیسا مذہب جو زندگی کے جزو و کل پر حاوی ہے۔ اشتراکی نظریات کی بقا کے ساتھ اس کا وجود قطعاً باقی نہیں رہ سکتا۔

۲۔ اشتراکیت چونکہ نادار اور مالدار کی آویزش کی نقیب ہے۔ اس لئے انسانی آبادی کا وہ کثیر حصہ جسے سرمایہ داری کے ظالمانہ نظام نے قلاش بنا دیا ہے۔ یعنی مزدور کسان اس کے مسائل کے حل کرنے کی دعوت لے کر وہ آگے بڑھتی ہے۔ گویا وہ ایک "طبقہ" کے مسائل کے حل کی داعی ہے۔ اور "پوری انسانیت" کے مسائل کے حل کا وہ خود بھی دعویٰ نہیں کرتی۔ اشتراکیت ذرائع آمدن اور مصادر و منابع پیداوار کی عام ملکیت کی قائل ہے۔ اس لئے "نجی ملکیت" کا وہ قطعاً انکار کرتی ہے۔ لیکن عملاً اشتراکی ممالک میں مصادر و منابع

پیداوار" مملکت کی ملکیت قرار پاتے ہیں اور مملکت کی باگ ڈور چونکہ "کمیونسٹ پارٹی" کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو کہ ایک "مخزوطی پارٹی" ہوتی ہے۔ جس پر صرف چند چوٹی کے لیڈروں کا عملاً اختیار ہوتا ہے اس لئے سب دولت و سرمایہ کے سپید و سیاہ کے مالک و حاکم اور مختار کل کیمونسٹ پارٹی بالفاظ دیگر اس کے چند سرکردہ لیڈر قرار پاتے ہیں جن کے خلاف کسی آواز کا اٹھانا بغاوت قرار دیا جاتا ہے۔ اس طرح اشتراکی ممالک میں دولت و زمین غریب و مزدور کسان کو نہیں ملتی۔ بلکہ سرکاری ملکیت بن کر عملاً کمیونسٹ پارٹی کے قبضہ میں چلی جاتی ہے۔ اور اس کے منافع بھی برابر تقسیم نہیں ہوتا بلکہ جیسا کہ روس و دیگر ممالک کی تنخواہوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تنخواہ ۸۰ روبل یعنی -/۵۰ روپے سے تیس ہزار روبل یعنی چھ ہزار روپے تک چلی گئی ہے۔ (COMRADE YRON بحوالہ اکنامکس آف اسلام صفحہ ۹۵)

بہرحال اشتراکی تحریک مزدور و کسان اور نوجوان طالب علم کو سبز باغ دکھا کر ایسے نظام میں قید کر دیتی ہے جس سے بدتر آمرانہ نظام تاریخ میں نہیں دیکھا گیا جہاں انسانی بنیادی آزادیوں کا حال یہ ہوتا ہے ؎

نہ شکایت کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

اقبال نے سچ کہا ہے ؎

زمام کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا
طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

اسلام نے ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام اور اس کے ردعمل غیر فطری و باطل اشتراکی نظام کے مقابلہ میں جو نظام اقتصاد و معاشیات دیا، وہ انسانی فطرت کے عین تقاضوں کے مطابق ہے اور جملہ طبقات انسانی کے انسانی مادی ضرورتوں اور بنیادی حاجات کی کاربرآری کے ساتھ اس کی روحانیت و آخرت کی کامیابی کا بھی کفیل ہے۔ معاشیات میں سب سے اہم مسئلہ ملکیت "زمین و مال" کا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام بے لگام آزادی نجی ملکیت کا قائل ہے۔ اشتراکیت قطعاً "نجی ملکیت" کی منکر ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا نظام اقتصاد و معیشت کی بنیاد چونکہ اللہ تعالیٰ کے تصور ربوبیت مالکیت و حاکمیت وغیرہ پر ہے۔ اس لئے اسلام میں اصلاً کوئی انسان

کسی چیز کا حقیقی مالک اور متصرف نہیں ہو سکتا۔ کائنات اور اسکی جملہ اشیاء زمین اور اسکی جملہ چیزوں کا مالک و متصرف و مختار حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم کی بیشتر آیات کا منشاء ہے۔ الارض للّٰہ۔ لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض۔ لہ خزائن السمٰوات والارض۔ لیکن اسکی حکمت کا تقاضا ہے کہ انسانوں کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر مجازی طور پر اپنے احکام اور نازل کردہ حدود و قیود کی پابندی کے ساتھ مختلف طبقات انسانیہ کو ان کے مفادات کی رعایت کرتے ہوئے اور ان کی صلاحیتوں کو روبکار لانے کے لئے جتنا مناسب سمجھے "زمین و دولت" کا نجی مالک بنا دے۔ یہ نجی ملکیت آزاد اور انسانی خواہشوں کی پابند نہیں ہوگی۔ بلکہ الٰہی نجی ملکیت کا نظام آمدن و صرف ہر حیثیت سے احکامِ الٰہی کا پابند اور حدود الٰہیہ سے مقید ہوگا۔ اور اس نجی ملکیت و دولت کا حصول و استعمال ایک امین کی حیثیت سے انسان کرے گا۔ گویا اسلام "مقید و پابند حدود الٰہی نجی ملکیت کی اجازت دیتا ہے جسکی ایک ایک پائی کی آمدن و صرف کا حساب اس نے اللہ تعالیٰ کو دینا ہوگا۔ اور اگر وہ اللہ کے احکام کے مطابق آمد و خرچ نہیں کرے گا تو وہ ایسا مجرم ہوگا جسکی عبادات تک بعض اوقات مقبول مقبول نہیں ہونگی کہ حرام کمائی والے کی نماز و حج و زکوٰۃ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق مقبول نہیں ہیں۔ غرض حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نظریہ ملکیت کے بارے میں یہ ہے ؎

در حقیقت مالک ہر شے خدا است — ایں امانت چند روزہ نزد ما است

یہ مال و دولت و نجی ملکیت اصلاً فضیلت و شرف کا سبب نہیں بلکہ حکمت الٰہیہ نے اسے دیگر انسان کے اخلاقی جواہر و کمالات کو پرکھنا چاہا ہے۔ کہ کیا انسان خلیفہ الٰہی اور "انسان" کی حیثیت سے اس کا استعمال کرتا ہے یا حیوانوں اور درندوں کیطرح اخلاق کے تقاضوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے کہ اسلام کے نزدیک اصل کمال انسان کا مال و دولت نہیں۔ بلکہ اس کا ایمان و عمل ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقید و پابند حدود الٰہی نجی ملکیت کے نظام کو اس طرح قائم فرمایا کہ اسلامی نجی ملکیت کی اجازت ظالمانہ قارونی سرمایہ دارانہ نظام کو جنم نہ دے دے۔ بلکہ دولت کی ایسی عادلانہ تقسیم ہو کہ ایک ہموار معاشی زندگی وجود میں آسکے جس میں ہر طبقہ انسانی کا ہر فرد راحت و چین کی زندگی گزار سکے۔ اور نہ صرف اسکی حاجات ضروریہ ہی پوری ہوں بلکہ وہ معاشرہ میں ایک باوقار اور خود کفیل و فارغ البال انسان بن کر

خدا پرست شخص کی زندگی گذار سکے۔

مقید اسلامی نجی ملکیت کو ارتکاز دولت کا سبب بننے سے روک کر اسلامی معاشیات کی ایک بنیاد قرار دیا گیا۔ قرآن کریم نے ایک مقام پر فرمایا:

کے لایکون دولۃً بین الاغنیاء منکم۔ (الحشر-۱)	تاکہ دولت تمہارے تونگروں ہی میں سمٹ کر ہی نہ آجائے۔

لیکن اسلام جہاں ارتکاز دولت کو روکتا ہے۔ وہاں انسان کے اخلاق و روحانیت خلافتی کمالات کی بقا کے لئے مساویانہ تقسیم دولت کا قائل نہیں۔ کہ اگر دولت سب میں برابر تقسیم ہو جائے تو جود و سخا، صبر و شکر، ایثار و قربانی۔ بھائی چارہ وغمگساری وغیرہ کی انسانی صفات بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ اور انسان نرا ایک حیوان یا ایک خود کار مشین بن کر رہ جاتا ہے۔ انسانی قوٰی وصلاحیتوں کے تفاوت کی بنا پر بھی یہ مساوات عادلانہ نہیں۔ کیا آپ کی عقل سلیم یہ گوارا کرتی ہے کہ ایک مجھ جیسا جاہل گنوار اور ایک یونیورسٹی کا اعلیٰ تعلیم یافتہ ماہر و حاذق استاد مالی اجرت کے لحاظ سے ایک ہی سطح پر لا کر کھڑے کر دئے جائیں۔ اس لئے اسلامی مالی مساوات کا نعرہ غلط ہے۔ اسلام کی نظام معاشیات میں مساوات نہیں مواسات یعنی ہمدردی وغمگساری ہے کہ ہر انسان کے درد کو اپنا سمجھو اور اسکی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھ کر پورا کرو۔ قرآن کریم نے اس عدم مساوات کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضاً سخریًا۔ (الزخرف-۳)	ہم نے دنیاوی زندگی میں ان کی روزی کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اور ہم نے ایک کو دوسرے پر درجات کے اعتبار سے فوقیت دی ہے۔ تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لے سکے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق۔ (النحل)	اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے۔

اسی طرح اسلامی نجی ملکیت کا انکار قرآن کریم کی تقریباً ایک چوتھائی احکام کا ابطال اور اسلام کے پورے نظام معاشی کا انکار ہے۔ یہ بات بھی قطعاً غلط اور اسلام کے اصول

اقتصاد اور انسانی فطرت کے خلاف ہے کہ کسی سے اس کی ساری نجی ملکیت کو طلب یا جبراً سلب کر لیا جائے۔ قرآن کریم اپنے حکیمانہ انداز میں فرماتا ہے:

وان تؤمنوا وتتقوا یؤتکم	اور اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کرو تو
اجورکم ولا یسئلکم اموالکم	اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے اجر عطا کرے
ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا	گا۔ اور تم سے تمہارا سارا مال طلب
ویخرج اضغانکم۔ (الحشر-۷)	نہیں کرے گا۔ اگر تم سے تمہارے

مال طلب کرے۔ پھر انتہا درجہ تک طلب کرتا رہے تو تم بخل کرنے لگو اور اللہ تعالیٰ (اسطرح تمہارے مال صرف کرنے کی فطری ناگواری) کو ظاہر کر دے۔

غرض اسلام نے نہ تو نجی ملکیت کو قطعاً ختم کیا نہ اسے بالکل آزاد و بے لگام چھوڑا بلکہ عادلانہ قوانین کے اجراء سے اسے ایسا مقید و پابند کر دیا کہ دولت کی ناہموار تقسیم ختم ہو گئی۔ نہ تو قارونی دولت کے ایسے موانع چھوڑے کہ دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں جمع ہو جائے۔ نہ نجی ملکیت کا انکار کر کے انسانی فطری ساخت کے خلاف۔ ہر چیز کا مالک مملکت کو اور نہ عملاً ایک خاص طبقہ کے نمائندوں کو اس کا متصرف بنایا۔ اس سلسلہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عہد آفرین منصفانہ معاشی خاکہ پیش کیا، اس کے موٹے موٹے خد و خال اس مختصر نشست میں پیش کرتا ہوں۔

اوّلاً نجی ملکیت سے بہت ساری چیزوں کو خارج فرما کر انہیں وقف عام کر دیا جس سے ہر انسان مساوی فائدہ اٹھانے کا حقدار ہے۔ اور وہ انفرادی ملکیت میں نہیں دی جا سکتی۔ ان چیزوں میں آگ، پانی، مٹی، ہوا، روشنی، خود رو گھاس، جنگل اور پانی کا شکار معادن (کانیں) غیر مملوک بنجر زمین وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں بعض چیزوں کا استعمال کا حقدار ہر شخص ہے اور بعض اشیاء سے اسلامی مملکت کے امیر کے حکم سے مصالح عامہ کو پیشِ نظر رکھ کر استفادہ حاصل کیا جائے گا۔

معادن میں فقہا کی تصریح کے مطابق نمک، گندھک، تارکول، تیل، سرمہ، یاقوت وغیرہ جیسی دھاتیں شامل ہیں گویا اگر کوئی شخص اسے نجی طور پر آباد بھی کرے تو اسکا مالک نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً: بعض آمدنیوں کو قطعاً حرام و باطل قرار دے دیا۔

قرآن کہتا ہے :

یاایھا الذین امنوا لاتاکلوا اموالکم بالباطل ۔ (النساء) اے ایمان والو! اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔

ان باطل طریقوں میں سرفہرست سود کا ہر قسم کا کاروبار ہے جس کے جزو کل کو اسلام نے حرام قرار دے دیا۔ اور سود خوار کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کا چیلنج دے دیا۔ سود کی بربادیوں کا حال ہر منصف مزاج معاشی سمجھ رکھنے والا شخص کر سکتا ہے۔ حاجتمند اور محتاج کو جسطرح یہ لوٹتا ہے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ چالیس سال میں اگر پانچ فیصد بھی شرح سود ہو تو سود مفرد میں محتاج سے یہ سو کی بجائے تین سو اور مرکب سود میں سات سو وصول کرتا ہے۔ اور شرح سود کی زیادتی وکمی اور اس کے پھیلاؤ کے بقدر اشیاء کی قیمتوں کا اتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ یہ بنکاری سود ہی کا کمال ہے کہ بیس سال کے عرصہ میں پاکستان کی مجموعی دولت کا ۹۵ فیصد حصہ ۲۲ خاندانوں کے ہاتھ میں سمٹ آیا اور ابھی ھل من مزید کی صدا آرہی ہے۔ تمام (جوئے کی ہر صورت سٹہ بازی جس سے تاجر کروڑوں کے وارے نیارے کرتے ہیں اور پل بھر میں امیر بنا دینے والے ہر داؤ کو حرام کر دیا۔)

احتکار (یعنی ذخیرہ اندوزی) کو حرام قرار دیا۔ رشوت۔ لوٹ کھسوٹ اور ہر قسم کے جبر و اکراہ سے حاصل کردہ مال کو ناجائز بنایا۔

گویا ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام کی ان تمام بنیادوں کو اکھیڑ دیا جس سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جاتا ہے۔

تجارت میں بھی دھوکہ فریب یا ظلم و زیادتی کی جملہ راہوں کو بند کرنے کے لئے تجارت کی کئی صورتوں کو حرام قرار دے دیا۔

آمدن کے ذرائع کے محدود کرنے کے ساتھ اخراجات کی راہ کشادہ کر دی اور قانوناً دین بنا کر مال کی تقسیم کے طریقے مقرر کر دئے جس سے مال چند اشخاص کی بجائے پورے معاشرہ میں پھیلتا جاتا ہے۔ اور غریب کی حاجات اسطرح پوری ہو جاتی ہیں کہ وہ خود توانگر اور مالدار بن جاتا ہے۔ ان میں بڑی بڑی مدات یہ ہیں :-

زکوٰۃ | سونے چاندی اور تجارتی مال کے اصل پر ڈھائی فیصد سالانہ کے حساب

سے مفلس اور ناداروں کے لئے ان کا حق قرار دے کر جو مال نکالا جاتا ہے۔ اسے زکوٰۃ کہتے ہیں۔ ۶۹ء میں G.N.P. قومی آمدن ۷۲ ہزار کروڑ تھی اگر صرف اس پر ہی زکوٰۃ نکالی جائے تو ۱۸ سو کروڑ بنتی ہے۔ یہاں یہ نکتہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ افلاس کو ختم کر دینے میں زکوٰۃ کا اتنا عظیم اثر ہے کہ اگر چند سال کے لئے یہ نظام قائم ہو جائے تو کوئی نادار نہ رہے۔ مالدار اگر کروڑوں ٹن سونے کا مالک ہو اور نمو کی جائز تجارت میں سرمایہ کو نہ لگائے تو اس کا تقریباً سارا سرمایہ چالیس سال میں غریب اور نادار کی جیب میں چلا جائے گا۔ مال کی طرح زمین سے نکلنے والی ہر پیداوار پھل سبزی ترکاری جوٹ کپاس وغیرہ میں دسواں یا بیسواں حصہ غریب کا حق ہے۔

قرآن کہتا ہے: فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم۔ اس میں مانگنے والے اور محتاج کا حق ہے۔ اگر مصنوعی ذرائع سے کاشت ہے۔ تو بیسواں حصہ غریب کا مال ہے ورنہ دسواں حصہ اسی طرح چوپائیوں اونٹ، بھیڑ، بکری، گائے، بھینس وغیرہ پر بھی زکوٰۃ ہے جس پر رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لکھے ہوئے احکام و فرائض اب تک موجود ہیں۔

دفینوں اور معدنیات کی آمدن کا پانچواں حصہ ناداروں اور غریبوں کا حق ہے۔ اس کے علاوہ صدقۂ فطر کفارات وغیرہ کی کئی آمدنیاں غرباء اور ناداروں میں تقسیم ہوں گی۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تؤخذ من اغنیاءھم وترد علی فقراءھم۔ ان کے امیروں سے لے کر یہ زکوٰۃ اور اس قسم کی دیگر مدات کی رقمیں فقراء میں تقسیم ہوں گی۔ یہ رقم بیت المال میں جمع ہو کر انہیں مصارف پر صرف کی جائے گی۔ جن کی قرآن نے تصریح کی ہے۔ بیت المال سے حاجتمندوں کو ضرورت کے وقت اس رقم سے قرضہ وغیرہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ یہ وہ اجتماعی خزانہ ہے جو ہر فرد کی ضرورت کے وقت کفالت کرتا ہے۔ اور مصنوعی اور ناجائز بیموں اور سودی کاروبار سے انسانوں کو بچاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہر شیر خوار بچہ کو بیت المال سے دو سو درہم ماہوار وظیفہ دیا جاتا تھا۔ اور بڑوں کے مختلف حیثیتوں سے وظائف مقرر تھے۔ یہ بیت المال ہر شخص کی روٹی کپڑا صحت مسکن اور دیگر ضروریات کو پورا کرنے کا ضامن ہے۔

اسلام کا میراث کا قانون تقسیم دولت میں بڑا اہم کردار انجام دیتا ہے۔ بڑی بڑی جائز زمینداریاں بھی دو تین نسلوں یعنی پچاس ساٹھ میں تقسیم در تقسیم کے عمل سے سمٹ کر رہ جاتی ہیں۔ زمینوں کے ناجائز عطیات کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ ہمارے ملک میں اکثر جاگیریں

اسکی ذیل میں آجاتی ہیں۔ غیر آباد زمینیں آباد کرنے والے کا حق ہے۔ زمیندار پر لازم ہے کہ کاشتکار کے حقوق کی رعایت کرے اور کاشتکار کی اجیر کی حیثیت ہے، جس پر لازم ہے کہ مالک کا حق پورا ادا کرے۔

اسلام نے اجر اور اجیر، سرمایہ دار اور مزدور۔ زمیندار اور کاشتکار کا تعلق "طلب و رسد" کی بناء پر قائم نہیں کیا۔ بلکہ بھائی چارے کی اسلامی بنیادوں پر اٹھایا ہے۔ فرمایا ہے جو خود کھاؤ اس کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو اسے پہناؤ۔ اسے برے لقب سے عبد کہہ کر نہ پکارو۔ بلکہ اسے بھائی کہہ کر خطاب کرو۔ قانونی دفعات کے علاوہ اسلام نے اخلاقی لحاظ سے صدقہ خیرات و انفاق پر اس قدر زور دیا ہے۔ کہ بعض اسلامی مفکرین نے اسلامی نظریہ معاش کو نرا انفاقی نظریہ معاش قرار دے دیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نتیجہ تھا۔ کہ صحابہؓ بھوکے رہ کر اوروں کو کھلا دیتے تھے۔ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دہش کا یہ حال تھا کہ جب ایک سائل کے سوال پر اسے بھیڑ بکریوں کا ایک بڑا ریوڑ دے دیا تو وہ بے اختیار پکار اٹھا اے لوگو! ایمان لے آؤ۔ محمدؐ اتنا دیتے ہیں کہ اس کے بعد ناداری کا خوف نہیں رہتا۔

مختصر وقت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا رحمت نظام معیشت پر پوری گفتگو کرنا مجھ جیسے بے علم کے لئے مشکل تھا۔ تاہم اتنی بات کہے دیتا ہوں کہ جس کے پاس اسلام کا عادلانہ نظام موجود ہے وہ کسی دوسرے نظام معاش و اقتصاد کو گوارا نہیں کرسکتا۔ اور جس کے پاس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت موجود ہو وہ نکسن و مارشل، دسن و سمتھ مارکس و انجلیز، لینن و ماؤزے تنگ کی شخصیات پر نگاہ نہیں ڈال سکتا ہے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ ۔۔۔ سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین

شیخ العرب والعجم سیدنا ومولانا حسین احمد مدنی
قدس سرہٗ

بھائیو!

آخری تقریر (جو ایک تبلیغی اجتماع میں کی گئی تھی) کا ایک اقتباس

یہ تبلیغی کام نبی کریمؐ کا وظیفہ ہے

بھائیو! آپ کی یہ مجلس تبلیغ کی ہے۔ یہ تبلیغ اصل میں وظیفہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ وہ کام جو تم کر رہے ہو معمولی نہیں۔ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا نے تم کو کیسی خدمت سپرد کی ہے۔

حقیقت میں کام لینے والا اللہ ہے، اگر وہ نہ چاہے تو تم کیا کرتے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ؁[1]

ارشاد ہے: یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ؁[2]

خدا کا فضل ہے کہ اس نے تمہارے دلوں میں اس چیز کو ڈالا ہے۔ اسی ہندوستان میں ہمارے باپ دادا اور بہت سے لوگ گزر گئے جو آپس میں لڑتے رہے اور دنیا کے پیچھے پڑے رہے۔ لیکن ان کو تبلیغ کا کبھی خیال نہیں آیا۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے زمانے کے علماء اور اہل خیر کو اس کی توفیق دی۔ تم بہت سے بندگانِ خدا کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر رہے ہو۔

---

[1] ترجمہ: اور تم بدوں خدائے رب العلمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔ [2] ترجمہ: یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو۔

جو کلمہ اور نماز نہیں جانتے تھے، کیا وہ مستحق دوزخ نہ تھے؟ تم ان کو سمجھا کر اللہ کے راستے پر چلاتے ہو تو کیا دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل نہیں کر رہے ہو۔؟ اللہ جس کو چاہتا ہے اٹھاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گراتا ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کند منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

خدا کا شکر کرو کہ اس نے تمہیں اس کی توفیق دی۔ یہ بات ضرور ہے کہ بہت سے لوگ تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ تم کیا ہو۔؟

لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی اور آپؐ کے ساتھ کیا کیا نہیں۔؟ — تم گھبراؤ نہیں، پریشان نہ ہو، اگر بیوقوف اور جاہل برا بھلا کہیں، طعنہ دیں تو سن لو یہ سنت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور سنت ہے انبیاء سابقین کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللهِ الخ۔ اگر تمہیں کامیابی نہ ہوئی اور کوئی بھی سعید نہ ہوا تو اس کے باوجود تمہارا درجہ بڑا ہے اور تمہیں پورا اجر ملے گا۔ تم اطمینان رکھو تمہارا کام اللہ کے دربار میں مقبول ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر فتح کرنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جاتے ہی قتال شروع کر دوں۔؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہاں جا کر ٹھہرو اور لوگوں کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کیطرف بلاؤ۔ اگر نہ مانیں تو دوسرا معاملہ کرنا۔ اس لئے کہ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ ایک آدمی کو بھی تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہدایت کر دے تو وہ تمہارے لئے دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ تم کو جوان اونٹوں سے ملنے سے بھی یہ بہتر ہے۔

بھائیو! تم نے جو قدم اٹھایا ہے وہ مبارک ہے، اللہ پاک تمہاری جدوجہد سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور تم سے اسلام کی خدمت لے۔ تم ہرگز تنگ دل مت ہو۔ تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی، جیسے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اٹھانی پڑیں۔ کیا تم کو خبر ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عرب سے کیوں نکلے؟ وہ عراق میں پہنچے، شام، ایران، افغانستان، سندھ، یوپی، بہار اور جنوب میں دکن تک پہنچے، یہاں تک کیوں پہنچے۔؟ ان کا مقصد کیا تھا۔؟ کیا ملک فتح کرنا تھا۔؟

یا دولت لوٹنی تھی۔؟ ہرگز نہیں ان کا اصل مقصد صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی دعوت دینا تھا دنیا کو سچے دین پر لانا تھا۔ اللہ سے بچھڑے ہوئے بندوں کو اللہ سے ملانا تھا اور دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرنا تھا۔ بعد والوں نے بیوقوفی کی کہ دنیا کے پیچھے پڑ گئے۔

تاریخ گواہ ہے کہ ہند میں باہر سے آنے والے مسلمانوں کی تعداد صرف چار پانچ لاکھ تھی۔ مگر تقسیم ہند کے وقت دس کروڑ پچیس لاکھ مسلمان تھے۔

ہمارے بزرگ اسلاف نے اور اولیاء کرام نے تبلیغ دین کے لئے بہت ہی کوششیں کیں۔ ایک انگریز اسمتھ لکھتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے دست مبارک پر نوے لاکھ مسلمان ہوئے۔ ان کے پاس کیا تھا؟ کوئی فوج تھی۔؟ فقط اللہ کی معرفت کا خزانہ تھا۔ ہر جگہ اللہ کے سچے بندے گزرے ہیں جنہوں نے دین کی تبلیغ کی، ہیں نے تاریخ ترکی میں دیکھا کہ ترک قوم کے تین لاکھ خاندان ایک دن میں مسلمان ہوئے، اللہ کا کرم کہ تبلیغ کی کوشش وہ پھل لائی کہ ایک زمانے میں بعض حکام کو یہ تدبیر کرنی پڑی کہ وہ اپنی رعایا کو مسلمان ہونے سے روکیں۔ سنہ ۱۰۰ھ میں خلافت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں خراسان کے حاکم کو یہ خطرہ ہوا کہ جزیہ بند ہونے سے خزانہ خالی ہو جائے گا۔ اس لئے اعلان کرنا پڑا کہ کسی کا اسلام اس وقت تک قبول نہ کیا جائے گا جب تک وہ بڑھوں کے لئے تکلیف وہ بات تھی اس حکم کے جاری ہونے سے اسلام کی ترقی رک گئی۔ اب خلیفہ کو اطلاع ملی کہ والی خراسان نے اسلام پر پابندی لگا دی ہے تو آپ نے اس کو معزول کر کے دوسرے کو مقرر کر دیا اور فرمایا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے آئے تھے کہ اس پر اسلام کو موقوف رکھا جائے۔

میرے بھائیو! ہمارے اسلاف کی کوششوں سے اہل اللہ علماء کرام اور عام مسلمانوں کی کوششوں سے دس کروڑ ۲۵ لاکھ مسلمان ہو گئے۔ اگر غلط کاری نہ ہوتی تو یقیناً ہندوستان کا اکثر حصہ مسلمان ہو جاتا۔

میرے بزرگو! اللہ نے آپ کے دلوں میں تبلیغ کی محبت ڈالی۔ یہ مبارک کام ہے۔ اور آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ آپ کو اس سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا کرے، اپنی بھی اصلاح کرو اور اپنے بھائیوں کی بھی۔ اللہ آپ کو مزید ہمت عطا فرمائے۔

بھائیو: تنگ، دل نہ ہوں اللہ کی رحمت کے امیدوار رہو۔ سب کو اللہ کی رضا اور خوشنودی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کیطرف بلاؤ، خود بھی عمل کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بناؤ، سیرت اختیار کرو۔

■■

جناب تنویر محمد بی۔ اے۔ پنالوالی

قیامت کا سائنسی اور قرآنی تصوّر

تجزیہ اور موازنہ

تمام کتب سماویہ اس بات پر متفق ہیں کہ اس کائنات کو ایک دن ختم ہونا ہے۔ اور موجودہ سائنس بھی اب اس نظریہ سے اتفاق کرتی نظر آتی ہے۔ اس موضوع میں ہم نے یہی دیکھنا ہے کہ تصور قیامت کے سائنسی اور قرآنی نظریات کیا ہیں۔؟ ہمارا مضمون مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم ہوگا۔

۱۔ سائنس کا نظریہ قیامت ۲۔ قرآن کا نظریہ قیامت

۳۔ دونوں کے نظریات کا باہمی مقابلہ ۴۔ سبق۔

۱۔ سائنس کا نظریہ قیامت | اب ہم سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ سائنس کا قیامت یا خاتمہ زمین کے متعلق کیا نظریہ ہے۔؟ سائنس نے اس سلسلہ میں کوئی واضح تصور نہیں دیا ہے مختلف زمانوں میں مختلف سائنسدانوں نے مختلف نظریات پیش کئے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے الگ ضرور ہیں لیکن نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے کہ زمین کو فنا ہونا ہے۔ اب اس کو قیامت کہئے یا کوئی اور نام دیجئے۔ اب تک جو خیالات اس بارے میں سائنسدانوں نے پیش کئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ پہلا نظریہ ہوا کا ختم ہو جانا ــــــ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ زمین کے اردگرد اور اوپر ہوائی غلاف لپیٹا ہوا ہے۔ اسکی گیس (GASES) اور ابخرات رفتہ رفتہ بیرونی خلا میں غائب ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر ہوا آہستہ آہستہ یونہی ختم ہوگئی، تو قیامت میں کیا شک ہے۔ چاند کا یہی حشر ہوا۔ شروع میں اس پر کچھ ہوا موجود تھی، اب وہ ہوا ہوا ہوگئی۔ اور اس وقت وہاں کوئی ذی حیات موجود نہیں۔

۲۔ دوسرا نظریہ۔ کٹاؤ اور پانی کا زمین پر پھیل جانا ــــــ یہ بھی گمان ہے کہ عرصہ دراز کے بعد زمین کا خشکی کا حصہ کٹ کٹ کر بہہ جائے اور تمام روئے زمین پر پانی چھا جائے گا۔ ہمارے دریا اور سمندر خشکی کو متواتر ختم کر رہے ہیں۔ کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ جب ایشیا اور امریکہ فرانس اور برطانیہ اور افریقہ اور یورپ آپس میں ملے ہوئے تھے۔ لیکن آج پانی نے ان کے درمیان وسیع خلیجیں حائل کر دی ہیں۔

جہاں آج بحر اوقیانوس (ATLANTIC) ٹھاٹھیں مار رہا ہے، وہاں کسی زمانے میں ایک براعظم تھا۔ اور افریقہ کے جانور امریکہ تک پہنچتے تھے۔ اسی طرح زمین پر ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے۔ جب آسٹریلیا، جنوبی افریقہ، انٹارکٹیکا اور جنوبی امریکہ آپس میں ملے ہوئے تھے۔ لیکن آجکل وہ شرمندہ ساحل ہیں۔

۳۔ تیسرا نظریہ، شدت سردی و گرمی ــــــ سائینسدانوں نے خاتمہ زمین کے متعلق جو سب سے بڑا اندیشہ ظاہر کیا ہے وہ یہ ہے کہ سردی کی شدت حیاتِ ارضی کو ختم کر دے۔ ماہرین ارضیات کا خیال ہے کہ ہماری زمین پچھلے چار لاکھ سالوں میں کم ازکم چار برفانی دوروں کا شکار ہو چکی ہے۔ آخری دور جس میں ہم اب گرفتار ہیں، تقریباً ۲۵۰۰۰ سال قبل شروع ہوا تھا۔ اور کرۂ ارض کا ۱۰ فیصد اس وقت برف پوش ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ ایسے برفانی دور کا آغاز ۵۰۰۰ئہ اور بعدۂ ۳۰۰۰ئہ میں ہوگا۔ اس وقت شمالی امریکہ اور یورپ کے بیشتر حصے ایک میل گہری برف میں ڈھک چکے ہوں گے ــــــ لیکن ان برفانی ادوار کے آغاز سے پہلے زمین کی آب وہوا آہستہ آہستہ گرم ہوتی جائے گی اور سلسلہ ۳۰۰۰ئہ میں مکمل ہوگا۔ ان دنوں خطِ استوا کے علاقے بہت زیادہ گرم ہو جائیں گے اور یہاں کے باسی شمال کی جانب کوچ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

ماہرین ارضیات کے خیال کے مطابق اس شدتِ گرمی اور بڑھتی ہوئی تپش کے زیر اثر گرین لینڈ اور اس کے متصلہ علاقوں کی برف تیزی سے پگھلنا شروع ہو جائے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ بحر اوقیانوس اور رودبار انگلستان کی موجودہ سطح ۱۰۰ فٹ بلند ہو جائے گی۔ اگر ایسا ہوا تو پھر لنڈن۔ پیرس اور نیویارک ایسی مسکراتی ہوئی آبادیوں کی غرقابی میں کیا شک و شبہ ہے۔؟

۴۔ چوتھا نظریہ۔ سورج ختم ہو جائے ــــــ حیاتِ ارضی کے خاتمہ کے متعلق یہ نظریہ زیادہ مشہور ہے کہ پہلے سورج ختم ہو جائے گا۔ پھر یہ گہوارہ خاکی اپنی موت آپ ہی مر

جائے گا۔ کیونکہ روشنی کے لئے تو مصنوعی انتظام بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اتنے وسیع پیمانے پر حرارت و تپش کہاں سے حاصل ہوگی۔ اور تمام جانداروں کا انحصار اسی پر ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورج کیسے ختم ہوگا۔؟ تو سائنسدانوں نے اسکی کئی ایک صورتیں تجویز کی ہیں۔

۱۔ سورج میں روشنی کا خزانہ محدود ہے ــــــ سائنسدان کہتے ہیں کہ سورج میں جو روشنی کا ذخیرہ ہے وہ لامحدود نہیں۔ ایک دن آئے گا کہ وہ ختم ہو جائے گا۔ بہت سے ہیئت دان اس بات پر متفق ہیں کہ سورج اپنے نقطۂ عروج سے گذر کر زوال پذیر ہے۔

ب۔ سورج سکڑ رہا ہے ــــــ ۱۹ ویں صدی کے ہیئت دان اس نتیجے پر بھی پہنچے تھے کہ سورج بتدریج سکڑ رہا ہے۔ ایک سائنسدان نے بتایا سورج ہر سال اتنی حرارت خارج کرتا ہے کہ ۱۵۰ فیٹ فی سال کے حساب سے سکڑ رہا ہے۔ اس اندازہ کے مطابق ابھی سورج کے ختم ہونے میں کم از کم ڈیڑھ کروڑ سال لگیں گے۔

ج۔ چہرۂ شمس پر پردہ پڑ جانا ــــــ ایک گمان یہ بھی ہے کہ سورج کی سطح پر جو گیس چھائی ہیں، وہ کسی دن اتنی کثیف ہو جائیں گی کہ آفتاب کے چہرے پر دبیز پردے ڈال دیں گی اور دنیا میں اندھیرا چھا جائے گا۔

د۔ ہمارے سورج پر کچھ دھبے کبھی نمودار ہوتے ہیں اور کبھی خود بخود غائب ہو جاتے ہیں۔ لہذا خیال کیا جاتا ہے کہ مستقبل میں ایسا زمانہ آسکتا ہے جب کچھ گیسیں اسکی سطح پر پردہ ڈالدیں اور ہم اسکی حرارت و تپش سے محروم ہو جائیں۔ اسوقت خلا کی زبردست خنکی ہماری زمین پر حملہ آور ہوگی۔ کہا جاتا ہے، پھر ایسا دور آئیگا کہ قشر ارض سے پانی اور ہوا غائب ہو جائیں گے۔ ہوا خلا میں غائب ہو جائے گی اور پانی منجمد ہو کر برف کی شکل اختیار کرے گا۔

س۔ بعض ہیئت دانوں کا گمان ہے کہ مستقبل بعید میں نظام شمسی کے تمام سیارے سورج کے اردگرد کم رفتار (WITH SLOW SPEED) کے ساتھ گردش کرنے لگیں گے اور پھر ایک دن آخر کار وہ سورج میں گر پڑیں گے اور اسے بے نور کر دیں گے۔

س۔ سورج کا پھٹ جانا ــــــ ا۔ ہیئت دانوں نے یہ نظریہ بھی پیش کیا ہے کہ زمین کی اندرونی قوتیں بروئے کار آئیں گی۔ قشر ارض پھٹ جائے گا۔ اور سارا کرہ ارض بیشمار شہابیوں میں بٹ جائے گا۔ لیکن ساتھ ہی سائنسدان یہ کہتے ہیں کہ اس وقت کے آنے سے قبل ہی سورج

جس نے لاکھوں سال تک اس بستی کے مکینوں کو زندگی اور تابندگی بخشی ہے، یکایک اپنی دوزخ بداماں آگ کے ساتھ پھٹ کر خاموش ہو جائے گا۔

۲. ایٹم سے متعلقہ تحقیقات (RESEARCH) شاہد ہیں کہ سورج کا سارا سرمایہ آتش وہ جانی پہچانی گیس ہے جسے ہائیڈروجن (HYDROGEN) کہتے ہیں۔ اس گیس کے ذرات سورج کے قلب میں سخت حرارت اور بے پناہ دباؤ سے ہیلیم (HELIUM) گیس میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ جوں جوں ہائیڈروجن کی مقدار گھٹ رہی ہے توں توں سورج کی شعلہ افشانی بڑھتی جا رہی ہے۔ سائینسدانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ گذشتہ دو سالوں میں ہماری زمین کے اوسط درجہ حرارت میں چند ڈگری اضافہ ہوا ہے۔

جس وقت ہائیڈروجن کی مقدار آدھی رہ جائے گی تو اسکی تپش اور چمک میں کئی سو گنا اضافہ ہو جائے گا۔ اس بلاخیز گرمی کے زیر اثر سمندر، جھیلیں، دریا، تالاب، الغرض تمام آبی ذرائع خشک ہو جائیں گے۔ زمین پر آثار حیات ناپید ہو جائیں گے۔ یہ کرہ خاکی جل بھن کر فضا کی وسعتوں میں منتشر ہو جائے گا۔ ممکن ہے اس جان کنی کے عالم میں سورج یکبارگی پھٹ پڑے۔ اسکی سطح سے گیس کے شعلے پھوٹ پڑیں گے۔ اور اس کے ٹھیک آٹھ منٹ بعد ہماری زمین اس دہکتی ہوئی بھٹی کا ایندھن بن کر شعلہ جوالہ بن جائے گی اور خلائی وسعتوں میں گرد و غبار کے ایک بادل کے سوا کچھ نہ رہے گا۔

یہ ہے ان نظریات کا مختصر خاکہ جو آج تک سائینسدان پیش کر چکے ہیں۔ اب ہم قرآنی نظریات کا جائزہ لیں گے۔

قیامت کا قرآنی تصور | قرآن مجید نے جو تصور قیامت دیا ہے، اسکا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ تمام عالم اور اسکی مخلوقات کو مٹا دیں گے۔ جس طرح وہ تخلیق کرنے پر قادر ہیں۔ اس طرح مٹانے کی بھی قوت رکھتے ہیں۔ اب ذرا موضوع سے ہٹ کر تھوڑی سی بحث کرتے ہیں جو نہایت مفید ہو گی اور قرآنی تصور قیامت کو نہایت واضح بنائے گی۔

خداوند قدوس نے کائینات کو انسان کیلئے پیدا کیا۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ (البقرہ : ۲۹)

ترجمہ :- وہی ذات تو ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے وہ ہمارے لئے پیدا کیا ہے۔

فقط ارضی اشیاء ہی نہیں بلکہ سماوی کے متعلق بھی فرمایا : وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَار

والشمس والقمر۔ (العنکبوت : ۶۱) ترجمہ : اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند مسخر بنایا۔ ایک تیسری جگہ ارشاد ہے : وَسَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ (جاثیہ : ۲۵) ترجمہ : اور مسخر کر دیا تمہارے لئے جو کچھ کائنات ارضی اور سماوی میں ہے۔

الغرض خداتعالیٰ نے زمین میں جو کچھ ہے وہ انسان کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور انسان کو اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے بنایا ہے۔ وہ زمین میں خدا کا خلیفہ ہے۔ اسکو یہ زندگی آزمائش کے لئے دی گئی ہے۔ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔ ترجمہ : تاکہ آزمایا جائے کہ تم میں سے کون ہے جو بہتر عمل کرے گا۔ (الملک : ۲)

دنیا آزمائش گاہ ہے۔ یہ دنیوی زندگی نے ایک دن ختم ہونا ہے۔ خداوند قدوس نظام درہم برہم کر دیں گے۔ انسان اپنے خالق کے حضور میں حاضر ہوگا، جہاں اس کے ایک ایک عمل کا حساب ہوگا۔

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ○ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔

(الزلزال : ۷ : ۸) ترجمہ : پس جو کوئی کرے گا برابر بھنگے کے بھلائی دیکھے گا اس کو اور جو کوئی کرے گا برابر بھنگے کے برائی دیکھے گا اس کو۔ (از شاہ رفیع الدینؒ)

—— اسی کو زبان نبوت نے قیامت کا نام دیا۔

اتنی بحث کے بعد اب ہم پر یہ واضح ہوگیا کہ قیامت کیوں قائم ہوگی۔؟ اور وہاں کیا ہوگا۔؟ اب ہم دیکھیں گے قرآن حکیم نے اس تصور کو کیسے پیش کیا ہے۔؟

۱۔ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰہُ۔

ترجمہ : اور پھونکا جائے گا صور میں پس بے ہوش ہو جاویں گے جو کہ بیچ آسمانوں کے اور جو کہ بیچ زمین کے ہیں۔)

۲۔ دوسری جگہ فرمایا : اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ○ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ ○ وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ ○ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ○ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ○ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ○ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ○ وَاِذَا الْمَوْءٗدَۃُ سُئِلَتْ ○ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ○ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ○ وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ ○ وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ○ وَاِذَا الْجَنَّۃُ اُزْلِفَتْ ○ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ○ ۔

ترجمہ: جس وقت کہ سورج لپیٹا جائے۔ اور جسوقت ستارے گدلے پڑ جائیں۔ اور جس وقت پہاڑ چلاتے جائیں۔ اور جسوقت کہ دس مہینے کی گابھن اونٹنی بیکار پھرتی پھرے۔ اور جسوقت وحشی جانور انسانوں کے ساتھ اکٹھے کئے جاویں۔ اور جس وقت کہ دریا بھونکے جائیں۔ اور جسوقت مختلف جانوں کو اکٹھا کیا جاوے۔ اور جس وقت جیتی جاگتی گاڑی ہوئی (بیٹی) سے استفسار کیا جائے گا کہ تجھے کس گناہ کی پاداش میں مارا گیا۔ اور جس وقت اعمال نامے کھول دئے جائیں۔ اور جسوقت آسمان کی کھال اتار دی جائے۔ اور جس وقت کہ دوزخ دہکائی جاوے۔ اور جسوقت جنّت کو قریب لایا جائے (اس دن) جان لے گا ہر جی جو اس نے آگے بھیجا۔ (سورہ التکویر ایات ۱ تا ۱۴)

۳۔ تیسری جگہ فرمایا: اَلْقَارِعَۃُ ○ مَا الْقَارِعَۃُ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ ○ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ○ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ○

ترجمہ: کھڑکھڑا ڈالنے والی، کیا ہے کھڑکھڑا ڈالنے والی۔ آپ کو کس چیز نے معلوم کرایا کہ کیا ہے کھڑکھڑا ڈالنے والی۔ اس دن تمام آدمیوں بھنگوں کی مانند پراگندہ ہوں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی مانند ہوں گے۔ (القارعہ: ایات ۱ تا ۵)

قرآن حکیم نے اور بھی کئی ایک مقامات پر قیامت کے قیام کے متعلق ارشادات فرمائے ہیں۔ جن سب کا خلاصہ یہی ہے کہ خداوند اپنی مرضی سے جب چاہیں گے صفحۂ کائنات کو پہاڑ ڈالیں گے۔

سائینسی اور قرآنی نظریات کا مقابلہ جب ہم قیامت سے متعلق سائینس اور قرآن کے تصورات کا جائزہ لیتے ہیں تو مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ قیامت آئے گی اور حیاتِ ارضی کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

۲۔ سائینس کے چند نظریات اور قرآنی تصور میں تطابق ممکن ہے۔ مثلاً سائینس نے یہ کہا کہ سورج پھٹ پڑے گا۔ اور قرآن حکیم نے فرمایا وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ۔ اس طرح زمین کی سطح کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا نظریہ کسی حد تک اس قرآنی نظریہ سے مطابقت رکھتا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا۔ (زلزال ایتہ: ۱)

۳۔ قرآنی تصورِ قیامت نہایت جامع، واضح اور اٹل ہے۔ جبکہ سائینسی نظریات تخمین و ظن پر مبنی ہیں "ایسا ہوگا" "یوں ہو سکتا ہے" "خیال کیا جاتا ہے" یہ ظن ہے یقینی نہیں۔

۴- سائینسی تصورات نے یہ ثابت کیا ہے کہ قیامت بہت دور ہے، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ زمین کی عمر ابھی ڈیڑھ کروڑ سال اور ہے، لیکن جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا " مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ ترجمہ: قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا اگر آپ سچے ہیں تو (بتائیں)

تو قرآنِ حکیم نے ان کے جواب میں فرمایا: سَيَكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۔ ترجمہ: جس (یعنی قیامت یا عذاب الٰہی) کے بارے میں تم جلد بازی کر رہے ہو، شاید اسکا کچھ حصہ تمہارے بالکل پیچھے یعنی قریب ہو۔

یعنی قرآن نے یہ بتایا ہے کہ اللہ جب چاہیں قیامت قائم فرمائیں گے۔

۵- قرآن کا تصورِ قیامت انسان کو نیک عمل، حسن خلق، ادائیگی حقوق، انکساری، تنگ ناز اور ذمہ داری کا درس دیتا ہے، کیونکہ قرآن نے بتایا ہے کہ قیامت اس لئے قائم ہوگی کہ لوگوں کے اعمال کا جائزہ لیا جائے اور ہر نفس کو اس کے نیک یا بد اعمال کے مطابق جزا و سزا دی جائے گی لیکن سائنس میں یہ ورق سرے سے سادہ ہے۔ یہ فرار، بدعملی، نفس پرستی، عیش کوشی اور دنیا کو مقصدِ حیات بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔

۶- سائینس کے نظریات کو ثبات نہیں یہ بدلتے رہتے ہیں۔ آج ایک نظریہ قائم ہوتا ہے، تو کل باطل ٹھہرتا ہے۔ عین ممکن ہے آخرکار سائینس قرآنی تصور کو تسلیم کرلے یا اس سے مکمل مطابقت پیدا کرلے۔

سبق: اب تک جو کچھ کہا گیا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن نے جو قیامت کا تصور پیش کیا ہے بالکل حق اور سائنٹفک ہے۔ لہذا یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی آئے گی۔ اس کا آنا ممکن اور اغلب اور اقتضائے حکمت کے مطابق ہے۔ عقل بشرطیکہ صحیح و سلیم ہو اور علم بشرطیکہ حقیقی ہو ہم کو اخروی زندگی کے اس تصور پر جو قرآن نے پیش کیا ہے، ایمان لانے سے نہیں روک سکتے بلکہ امادہ کرتے ہیں۔

اب ہمیں کیا کرنا ہے؟ اس کا جواب آپ کی عقل سلیم کے سپرد کرتا ہوں، نہیں تو علماء امت سے پوچھے وہ اسکا بہترین جواب دے سکتے ہیں۔ ہاں ایک بات کہوں گا۔ جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ اس کا جواب نہیں ہے

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو می روی بترکستان است

■■

مولانا محمد حفیظ اللہ پھلواروی۔ کراچی

خلفائے بنی اُمیّہ کی رواداری

حضرت معاویہؓ ۴۱ھ ——— تا ——— ہشامؓ ۱۲۵ھ

یہ امر واقعہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بڑی ہی فیاضی کا سلوک کیا، اور یہ فیاضی خلفائے راشدین ہی کے دورِ خلافت تک محدود نہیں رہی بلکہ ہر زمانہ میں مسلم حکمراں غیر مسلم رعایا کیساتھ بڑی محبت اور شفقت کیساتھ پیش آتے رہے ہیں کیونکہ اسلام نے ان کو تعلیم دی کہ وہ دنیا کے تمام مذاہب کے ماننے والوں کی دلداری کریں۔

بزنطینی حکومت کی عصبیت کے مقابلے میں عربوں کی رواداری دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ ان کے اثر و رسوخ کے اس سرعت و آسانی سے پھیل جانے کی ایک وجہ ان کی یہ رواداری بھی تھی۔ مشرقی کلیسا کے ایک بڑے رہنما نے عربوں کی فتح کے بعد ہی ایک جگہ لکھا تھا:

"جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اہلِ عرب جنہیں آج کل خدا نے دنیا پر حکومت عطا کی ہے ہم میں موجود ہیں۔ لیکن یہ لوگ مسیحیت کے دشمن نہیں بلکہ اس کے برعکس ہمارے مذہب کی تعریف کرتے ہیں: اولیاء اللہ اور پادریوں کا احترام کرتے ہیں اور گرجا گھروں اور خانقاہوں کی امداد کرتے ہیں" (فلپ کے ہٹی۔ تاریخ شام بشمول لبنان و فلسطین ص۲۳ھ، ص۵۲۴، مطبوعہ ۱۹۵۱ء)

مسیحیت کے ان مختلف فرقوں کے حق میں جو مروجہ بزنطینی کلیسا کی نظروں میں کم درجے کے تھے اور جنہیں قانونی حقوق سے محروم رکھا گیا تھا۔ یہ مسلمان خدا کی رحمت ثابت ہوئے۔

خلفائے اسلام اور بادشاہوں کے درباروں میں عیسائی اور یہودی بڑے بڑے درجوں پر فائز تھے۔ (بحوالہ عرب دنیا)

حضرت معاویہؓ ۴۱ھ — ۵۹ھ / ۶۶۱ — ۶۶۹ء | حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ذمیوں کے

حقوق کا بہت لحاظ رکھا گیا۔ ان کے معاہدہ کا پورا احترام کیا جاتا تھا۔

مصر کے گورنر عقبہ بن نافعہ فہری کو تھوڑی سی زمین کی ضرورت پڑی تو حضرت معاویہؓ کی اجازت سے انہوں نے ایک ایسی زمین کا انتخاب کیا جو پڑتی تھی اور جس کا کوئی مالک نہ تھا۔ ان کے غلام نے عرض کی کہ "کوئی اچھی سی زمین پسند کریں"۔ عقبیؓ نے جواب دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ ذمیوں سے جو معاہدہ کیا گیا ہے۔ اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان کی زمین ان کے قبضے سے نہ نکالی جائے۔ (مقریزیؒ بحوالہ تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی طبع پنجم ص۲۲)

حضرت معاویہؓ کے عہد میں حرمین کے لئے جو غلہ مصر سے جاتا تھا وہ نقد قیمت ادا کرکے خریدا جاتا تھا۔ ذمی کاشت کاروں پر قطعاً اس کا کوئی بار نہ تھا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنی مسیحی رعایا کیساتھ جس حسن سلوک کو روا رکھا اس کو بازنطائنی فرمانروایاں کے طرز عمل کیساتھ ساتھ ملاکر دیکھا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ امیر معاویہؓ کس قدر فراخ دل رکھتے تھے۔ (نگار سالنامہ ۱۹۴۸ء)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یوحنا کے گرجے کے پاس مسجد تعمیر ہوئی تھی۔ امیر معاویہؓ نے گرجے کو بھی شامل کر لینا چاہا، لیکن عیسائی راضی نہ ہوئے۔ اس لئے خیال ترک کر دیا۔ (بلاذری)

امیر معاویہؓ نے اپنے زمانہ میں متعدد غیر مسلموں کو ذمہ داری کے عہدوں پر مامور کیا۔ چنانچہ ابن آثال نصرانی کو حمص کا کلکٹر مقرر کیا (یعقوبی) اور سرجون بن منصور رومی کو اپنا سیکرٹری (کاتب) بنایا۔ (طبری بحوالہ تاریخ اسلام)

سر تھامس آرنلڈ کا بیان ہے کہ امیر معاویہؓ کی فیاضی کی نظیر نہیں مل سکتی جنہوں نے الرہا کے گرجا کو عیسائی رعایا کی درخواست پر دوبارہ تعمیر کرا دیا۔ (فضلے پہلی جلد ص۲۸۴ دعوت اسلام) (پریچنگ آف اسلام)

عبدالملک بن مروان (۶۵ھ—۸۶ھ / ۶۸۴—۷۰۵ء) | سر آرنلڈ کا بیان ہے کہ متعدد واقعات عیسائی اور مسلمان مورخوں سے دریافت ہوتے ہیں کہ نئے گرجے تعمیر ہوئے۔ چنانچہ خلیفہ عبدالملک کے عہد خلافت میں الرہا کے شہر میں ایک نیا گرجا تعمیر ہوا۔ اور دو اور گرجے مصر کے شہر الفسطاط میں تعمیر ہوئے۔ ایک گرجا جو سینٹ جارج کے نام سے بنایا گیا۔ حلوان میں جو الفسطاط کے قریب گاؤں ہے، تعمیر ہوا۔ (میکل لے گر بند ص۲۴۷ / اذکیوس قوم ۲ ص۴۹۹ — دعوت اسلام)

اکثر عیسائی مناصب جلیلہ پر ممتاز ہوئے۔ چنانچہ ایک مسیحی عرب جس کا نام اخطل تھا، دربار کا شاعر تھا۔ اور سینٹ یوحنا دمشقی کا باپ خلیفہ عبدالملک کا مشیر گذرا ہے۔ (دعوت اسلام)

یوحنا ترک دنیا کر کے یروشلم کے نواح میں خانقاہ مارصبا میں داخل ہونے تک اس منصب پر فائز رہے۔ دربار میں موجودگی کے زمانے میں وہ ان بحث مباحثوں میں حصہ لیا کرتے تھے۔ جو عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان دونوں کے مذاہب کے محاسن کے متعلق ہوا کرتے تھے۔ (عرب دنیا)

ولید بن عبدالملک (۸۶ — ۹۶ھ / ۷۰۵ — ۷۱۳ء) آرنلڈ فان کریمر کے حوالے سے لکھتا ہے کہ ۷۱۱ء میں ایک یعقوبی کلیسا انطاکیہ میں خلیفہ ولید کے حکم سے تعمیر ہوا تھا۔ (دعوت اسلام)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۹۹ — ۱۰۱ھ / ۷۱۷ — ۷۱۹ء) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ذمیوں کی اور مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت میں ذرہ برابر فرق نہیں کیا۔ اور نہ ان کے مذاہب میں دست اندازی کی۔ ان کے لئے ہر قسم کی آسانیاں مہیا کیں اور جزیہ کی وصولی میں سہولت پیدا کی عمال کو اکثر ذمیوں کے متعلق احکام صادر فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ :

"ذمیوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ ان میں جو بوڑھا اور نادار ہو جائے، اسکی کفالت کا انتظام کرو۔ اگر اس کا رشتہ دار اس کی کفالت کر سکے تو اس کو حکم دو کہ اس کی کفالت کرے، ورنہ بیت المال سے انتظام کر دو۔"

آپ نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو تحریر فرمایا تھا کہ :

"ذمی زمینداروں اور کاشت کاروں کی سہولت کا خیال رکھا جائے اور نرمی اور مہربانی کے ساتھ ان سے خراج وصول کیا جائے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ عیسائیوں کیساتھ بہت حسن سلوک فرماتے اور ان کی شکایتوں کو ہمیشہ دور کرنے کی کوشش کرتے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے :

"عیسائی ان کے پاس آئے اور ان سے کہا "اسلامی فتح کے وقت جن بطریقوں کے محل بعض لوگوں کو دئے گئے ان میں گرجے بھی تھے۔ اس لئے یہ محل ہمیں واپس کر دئے جائیں، یہ ہمارے مقدس مقامات ہیں، عمر بن عبدالعزیز نے یہ سارے مقامات مسلمان امراء کے قبضہ سے نکال کر ان کے سپرد کر دئے (بحوالہ تہذیب و تمدن اسلامی۔)

ایک ضعیف عیسائی ذمی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں شکایت کی کہ

"عباس بن ولید نے اسکی زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔" عباس وہاں موجود تھا، آپ نے عباس سے جواب طلب کیا، عباس نے کہا کہ "اس زمین کو خلیفہ ولید نے مجھے جاگیر میں دیا ہے۔" مگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے زمین واپس کر دینے کا حکم دیا۔ کیونکہ ولید کو کسی ذمی کی ملکیت دوسرے کو دینے کا کوئی حق نہیں تھا۔

ذمی کے خون کی قیمت مسلمانوں کے خون کے برابر قرار دی۔ ایک بار حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حیرہ کے حاکم کو لکھا کہ قاتل کو فوراً مقتول کے ورثہ کے حوالہ کر دو، وہ چاہیں قتل کریں، چاہیں معاف کر دیں اس حکم پر قاتل کو مقتول کے ورثہ کے حوالے کر دیا گیا، اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

کوئی مسلمان ذمیوں کے مال پر دست درازی نہیں کر سکتا تھا، جو ایسا کرتا تھا، اسے پوری سزا ملتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک مسلمان ربیعہ شعوذی نے ایک سرکاری ضرورت سے ایک نبطی کا گھوڑا بیگار میں پکڑ لیا اور اس پر سواری کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کو چالیس کوڑے لگوائے۔ (تاریخ اسلام جلد دوم)

اسلام کے سوا کسی اور مذہب میں اس قسم کی شاندار رواداری کی مثال شاذ و نادر ہی نظر آئے گی ــــ

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عہد حکومت میں دمشق کی جامع مسجد کی توسیع کے لئے اس کے پاس کا گرجا لینا چاہا تو عیسائیوں نے گرجا دینے سے انکار کر دیا۔ امیر معاویہؓ نے خاموشی اختیار کی۔ عبدالملک بن مروان نے بھی خواہش ظاہر کی اور عیسائیوں کو اس کا معاوضہ دینا چاہا مگر عیسائیوں نے اس بار بھی اسے منظور نہ کیا۔ عبدالملک بھی خاموش ہو رہا۔ خلیفہ ولید نے اپنے زمانہ میں ایک بڑی رقم دینا چاہی، پھر بھی عیسائی رضامند نہ ہوئے۔ ولید کو سخت غصہ آیا اور اس نے کہا کہ "میں جبراً لوں گا۔" عیسائیوں نے کہا کہ جو کوئی گرجے کو توڑے گا وہ اندھا ہو جائے گا۔" اس بات سے ولید اور بھی مشتعل ہوا اور اس نے اپنے ہاتھ سے گرجا توڑنے کی ابتدا کی۔ اس طرح یہ گرجا مسجد میں شامل ہو گیا۔ جب عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو عیسائیوں نے گرجے کی واپسی کی درخواست دی۔ امیر المومنین نے دمشق کے عامل کو حکم دیا کہ: "گرجا واپس کر دیا جائے" مسلمانوں کو خلیفہ کے اس حکم سے بہت رنج ہوا کہ جس جگہ انہوں نے ایک مدت تک نماز۔ وہ عیسائیوں کو دے دی جائے۔ انہوں نے عیسائیوں کی خوشامد کی اور کہا کہ اگر تم

تو شروع میں غوطہ دمشق کے جس قدر گرجے مسلمانوں کے قبضے میں رہ گئے ہیں وہ سب واپس کردئے جائیں گے۔ عیسائی اس پر راضی ہوگئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس کی اطلاع کی گئی اور تمام گرجے واپس کردئے گئے۔

ڈاکٹر سر تھامس آرنلڈ رقمطراز ہے:

"دمشق کی نسبت لکھا ہے کہ ایک حصہ اس کا حملہ کرکے فتح ہوا اور دوسرے حصہ نے خود اپنے تئیں مسلمانوں کے حوالے کردیا۔ یعنی ایک اسلامی سردار تو شہر میں مشرقی دروازہ سے بزور شمشیر داخل ہوا اور دوسرا مغربی دروازہ سے شہر میں گیا کہ حاکم دمشق اس کے سامنے اقبال اطاعت کرے۔ چونکہ دمشق پر ان دو طریقوں سے قبضہ ہوا اس لئے جس قدر گرجے شہر میں تھے، وہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں برابر تقسیم ہوگئے۔ سینٹ یوحنا کا کلیسا بھی آدھا آدھا تقسیم ہوا اور اسّی برس تک عیسائیوں اور مسلمانوں نے ایک چھت کے نیچے خدا کی عبادت کی۔ خلیفہ عبدالملک نے چاہا کہ کل گرجا کو مسجد بنا لے، لیکن عہدنامہ کی شرائط دیکھ کر اس قصد سے باز رہا۔ چونکہ گرجا میں عیسائی بلند آواز سے گایا کرتے تھے جس سے مسلمانوں کو بہت پریشانی ہوتی تھی اس لئے اور خلفاء نے بھی کثیر رقوم معاوضہ میں پیش کرکے کل گرجا پر قبضہ کرنا چاہا لیکن کامیابی نہیں ہوئی، مگر سنہ ۹۰ھ میں خلیفہ ولید نے وہ بات جبر سے حاصل کرلی جس کو اور خلفاء راستی سے حاصل نہ کرسکے تھے۔ چند سال کے بعد خلیفہ عمر ثانی (حضرت عمر بن عبدالعزیز) نے عیسائیوں کی فریاد کو سن کر کہ ان کے ساتھ کیسی بے انصافی ہوئی ہے، دمشق کے تمام گرجوں کو جو لڑائی کے زمانہ میں ضبط ہوئے تھے عیسائیوں کے لئے واگذاشت کردیا۔" (دعوت اسلام)

اسے کہتے ہیں حقوق کی نگہداشت۔ کیا ایسی مثال دنیا کی تاریخ میں مل سکتی ہے۔؟

اسلامی حکومت کے ابتدائی دور میں ذمیوں سے جو جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس سے اچھی خاصی آمدنی ہوجاتی تھی۔ لیکن جیسے جیسے وقت گذرتا گیا اور مختلف مقامات کے لوگ جوق در جوق مسلمان ہوتے گئے۔ جزیہ کی آمدنی بھی کم ہوتی گئی۔ خسارہ دور کرنے کے لئے عراق کے گورنر حجاج بن یوسف نے ایک نیا محصول نافذ کیا جو ذمیوں سے ان کے اسلام قبول کرنے

کے بعد بھی وصول کیا جاتا تھا نئے مسلمانوں پر یہ ٹیکس کچھ عرصے کے بعد سلطنت کے باقی حصوں میں بھی نافذ کر دیا گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ساری مملکت میں یہ ٹیکس منسوخ کر دیا۔ مصر کے گورنر حیان ابن شریح نے احتجاج کیا اور لکھا کہ "اسلام کا پھیلنا حکومت کے خزانہ کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے" خلیفہ اس پر سخت ناراض ہوئے۔ انہوں نے حکم صادر کیا کہ:—

"نئے اور پرانے کسی بھی مسلمان سے ٹیکس نہ لیا جائے۔ سب کو برابر سمجھا جائے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ ٹیکس وصول کرنے کے لئے نہیں" (ہسٹری آف اسلام بحوالہ قصص الاسلام)

اسامہ نامی ایک صوبہ دار نے عیسائیوں پر کچھ ظلم کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو جب اس کی خبر ملی تو اسامہ کو پا بہ زنجیر حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اور ان کی جگہ دوسرے صوبہ دار کو روانہ کرتے ہوئے نصیحت کی:—

"انصاف کے معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم کا خیال نہ کرنا۔ اور عیسائیوں کو ان کے گرجوں پر قابض رہنے دینا۔"

مسلمہ بن عبدالملک خاندان بنی امیہ کے دست و بازو تھا۔ اس نے ایک گرجا کے متولیوں کے مقابلے میں دعویٰ دائر کیا۔ فریق مقدمہ جو عیسائی تھے، اجلاس میں حسب قاعدہ کھڑے تھے۔ لیکن مسلمہ کو چونکہ خاندانی زعم تھا، اس لئے بیٹھ کر گفتگو کر رہا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

"تمہارا فریق مقدمہ کھڑا ہے۔ اس لئے تم بیٹھ نہیں سکتے تم بھی اس کے برابر کھڑے ہو جاؤ یا کسی اور کو اپنا وکیل مقرر کر دو جو تمہاری طرف سے مقدمہ کی پیروی کرے۔"

مسلمہ کو کھڑا ہونا پڑا، مقدمہ کا فیصلہ مسلمہ کے خلاف ہوا، یعنی زمین گرجا کے متولیوں کو دلا دی گئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت حسن بصری سے سوال کیا تھا:

"کیا بات ہے کہ خلفائے راشدین نے ذمیوں کو محرمات کے ساتھ نکاح اور شراب اور سور کے معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا۔؟"

جواب میں حضرت حسن بصری نے فرمایا:

"انہوں نے جزیہ دینا اسی لئے قبول کیا ہے کہ انہیں ان کے عقیدے کے

زندگی بسر کرنے کی آزادی دی جائے۔ آپ کا کام پچھلے طریقہ کی پیروی کرنا ہے
نہ کہ نیا طریقہ ایجاد کرنا۔"

وفات کے وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے مقبرہ کے لئے جو زمین پسند کی، ایک عیسائی کی تھی، آپ نے اسے بلاکر خریدنا چاہا، اس عیسائی نے کہا "امیرالمومنین! بت کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے تو یہ امر برکت کا باعث ہوگا۔" لیکن آپ نے نہ مانا، دو تیس دینار دے کر وہ زمین خریدلی۔

ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ - ۱۲۵ھ/۷۲۳ - ۷۴۴ء) خلیفہ ہشام کے ایوانِ عدالت میں مسلم اور غیر مسلم سب برابر تھے۔ وابستگانِ دولت تک کسی پر دست تعدی دراز نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک نصرانی نے ہشام کے لڑکے محمد کے غلام کو کسی بات سے مارا، وہ زخمی ہوگیا۔ محمد کے خواجہ سرا نے اس کے بدلے میں نصرانی کو مارا۔ ہشام کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً خواجہ سرا کو طلب کیا۔ اس نے محمد کے دامن میں پناہ لی۔ لیکن ہشام کی سزا سے بچ نہ سکا۔ اس نے اسے سزا دی اور اپنے لڑکے کو تنبیہہ کی۔ (ابن اثیر۔ بحوالہ تاریخ اسلام جلد دوم)

ایک عیسائی نے خلیفۂ وقت ہشام کے خلاف قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ جب خلیفہ عدالت میں حاضر ہوا تو قاضی نہ صرف یہ کہ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے بلکہ اسے مدعی کے ساتھ کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ خلیفہ ہشام نے اپنی جانب سے وکیل رکھنے کی اجازت چاہی۔ لیکن قاضی نے اجازت نہیں دی۔ خلیفہ برہم ہوکر مدعی کے خلاف سخت جملے استعمال کرنے لگا، قاضی نے خلیفہ کو خاموش رہنے کی ہدایت کی اور کہاکہ "دوبارہ اگر ایسی حرکت کی تو میں تمہیں سزا دئے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔" خلیفہ خاموش ہوگیا۔ عیسائی مدعی کا دعویٰ درست ثابت ہوا، اور قاضی نے خلیفہ کے خلاف فیصلہ دیا۔

آرنلڈ ابن خلکان کے حوالہ سے بیان کرتا ہے کہ خالد القسری جو عیسائی تھا، اور ۷۲۴ء سے ۷۳۸ء تک عراق عرب و عراق عجم کا حاکم رہا تھا۔ اپنی ماں کے لئے ایک کلیسا تیار کیا۔ (دعوتِ اسلام)

خلیفہ ہشام کے عہد میں عبیداللہ بن حجاب نے سوڈان فتح کرنے کے بعد اعلان کیا:
"سب کو جان و مال کی امان دی جاتی ہے، سوڈانیوں کی پچھلی کوتاہیوں پر ان سے کسی قسم کا انتقام نہیں لیا جائے گا۔ ان کے مذہب میں کسی قسم کی مداخلت

نہیں کی جائے گی جو سوڈانی اپنے آباء و اجداد کے مذہب پر قائم رہنا چاہیں گے ان کو صرف جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ ان کا مال، ان کی جائداد بدستور محفوظ رہے گی، اور خلافتِ اسلامیہ اُن کے جان و مال کے تحفظ کی ذمہ دار ہوگی۔"

سر تھامس آرنلڈ کے الفاظ میں:

"پس اسطرح جان و مال کی حفاظت اور مذہبی آزادی کے ساتھ رہ کر عیسائی قوموں نے اور خاص کر اُن عیسائی قوموں نے جو شہروں میں آباد تھیں، ابتدائی دورِ خلافت میں نہایت آسائش اور ترقی سے زندگی بسر کی۔" (دعوتِ اسلام)

ماہنامہ الحق کی چند ایجنسیاں

ڈھاکہ۔ مدرسہ اشرف العلوم
" ۔ مولانا حبیب الرحمٰن کراتی ٹولہ
کراچی ۲۱ محمد امین صاحب شیر شاہ کالونی
راولپنڈی۔ پنجاب نیوز ایجنسی چوک فوارہ
" جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ
" عزیزیہ بکسٹال صدر مارکیٹ
" طلعت محمود صدیقی محلہ امام باڑہ
پشاور نور سنز قصہ خوانی بازار
" افضل نیوز ایجنسی چوک یادگار
لاہور کاشانۂ ادب انارکلی
میرپور خاص۔ ادارۂ فروغ عربی سٹلائٹ ٹاؤن
کمالیہ۔ پاکستان بکسٹال لاری اڈہ
ہری پور۔ امجد نیوز ایجنسی
بنوں۔ قاری حضرت گل مسجد حق نواز
چنیوٹ۔ شیر زمان چوکی روڈ

مردان۔ انٹرنیشنل بک ایجنسی بنک روڈ
بورے والا۔ ماسٹر محمد اقبال ناظم مکتبہ قاسمیہ
واہ کینٹ۔ محمد مشتاق شمسی
احمد پور شرقیہ۔ فردوس بک ڈپو
چکوال۔ منیر اقبال نیّر
سکھر۔ مکتبۂ شبلی النور چیمبرز
جھنگ صدر۔ مکتبۂ حلیمیہ شیخ لاہوری
جہانگیرہ روڈ۔ غفور نیوز ایجنسی نزد جی ٹی روڈ
ایبٹ آباد۔ میر محمد نیوز ایجنٹ مین بازار
چشتیاں۔ اکبر علی صاحب غلہ منڈی
کوہاٹ۔ مستقیم شاہ صاحب بازار کوہاٹ
صادق آباد۔ منور حسین ضیاء بھٹی سکول بازار
لکی مروت۔ محمد معصوم صاحب
بھکر۔ اعظم بک ڈپو، اردو بازار
بہاولپور۔ اسلام نیوز ایجنسی بہاولپور

حضرت مولانا امین الحق صاحب شیخو دیہ

(۲)

معاشی بحران اور اسلام

اشتراکیت یا سوشلزم | اشتراکی نظام فطرت اور انسانی عقل کے خلاف جذباتی نظام ہے جبر و تشدد کے بغیر قبول نہیں کیا جاتا اور نہ کسی قوم نے عقل و فطرت کے تقاضا میں اسے برضا و رغبت قبول کیا ہے اگر اسکی پشت پناہی سے جبر و تشدد کو ہٹایا جائے تو یہ جبری و قہری تحریک ان ممالک میں بھی ختم ہو جائیگی جہاں سوشلسٹ پارٹی کی اس کو سرپرستی حاصل ہے۔ اگر پانی کو آپ آگ یا دھوپ میں رکھ دیں تو خلافِ فطرت گرم ضرور ہو جاتا ہے۔ مگر آپ جب اسی پانی کو آگ یا دھوپ سے دور کر دیں گے تو کسی بیرونی سبب کے بغیر وہ خود بخود سرد ہو جائے گا۔ پانی کا گرم ہونا خلافِ فطرت ہے اور آگ اور دھوپ کی مجبوری سے ہے۔ اسی طرح جبر و تشدد کے تسلط کی وجہ سے عقل و فطرت کے خلاف اشتراکی یا سوشلزم نظام چلتا ہے، ورنہ عوام فطرتی تقاضا میں اشتراکیت سے اختصاصیت کیطرف لوٹتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اشتراکیت اور سوشلزم کا پورا کارنامہ صرف اسقدر ہے کہ اس نے نیچے طبقہ کے سرمایہ دار طبقوں کی جگہ حکمرانوں کا ایسا بڑا سرمایہ دار طبقہ پیدا کیا جس نے اپنے سوا دوسرے تمام طبقات کو نیست و نابود کر دیا ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ سوشلزم ایک ایسے بڑے اژدہا کو معرض وجود میں لانا چاہتا ہے۔ کہ وہ خود بخود قوت و طاقت کے زور پر باقی چھوٹے چھوٹے سانپوں کو نگل جائے۔ یہ درست ہے کہ سوشلزم نے سرمایہ داری کے جوشِ انتقام میں یہ کیا کہ ہر شخصی اور انفرادی ملکیت کو ممنوع قرار دیا اور ملک کی تمام دولت کو قومی ملکیت کہا اور قومی خزانہ کو ملک والوں کا رزّاق قرار دیا کہ ذاتی ملکیت اور بے انصافی ہمیشہ لازم و ملزوم رہی ہیں۔ ظلم اور بے انصافی

سے نجات پانے کی یہی صورت ہے کہ ذاتی ملکیت کو ختم کر دیا۔

کیا انفرادی ملکیت ظلم کی بنیاد ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ انفرادی ملکیت ظلم و عدوان کی بنیاد نہیں ہے۔ اگر اس کا محل و مصرف درست ہے تو بڑے سے خیر اور نفع رسانی کو جامع ہے بلکہ وہ انسانی شرف اور بلندی کا ایسا مناسب اور لازم تقاضا ہے جس نے انسان کو حیوانات سے ممتاز کیا ہے اور اس کے اختیار اور ارادہ کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس فطری حق سے انسان کو محروم کرنا انسانیت کی تحقیر اور تذلیل ہے۔ افراد کی اخلاقی، سیاسی اور معاشی آزادی بڑا اہم اور ضروری امر ہے۔ اگر افراد اپنے معاش میں سوشلسٹ اقتدار اور جبر کے دست نگر ہوں تو ان کی اخلاقی اور سیاسی آزادی ختم ہو جاتی ہے۔ اقتصادی غلامی اسکی رائے اور ضمیر کی آزادی کو سلب کرتی ہے اگر کسی نے اس جائز اور فطری حق کا مطالبہ کیا اور اس کا فکر و نظر اس کے نظام سے اتفاق نہیں کرتا تو وہ مجبور کیا جاتا ہے اور اس کو جینے کا حق نہیں دیا جاتا۔ معاشرہ کے افراد کیلئے اشتراکیت سوشلسٹ آقا کی غلامی کا طوق ہے۔ افراد اپنی محنت اور عمل کے منافع کے مالک نہیں ہیں۔ بلکہ اس کا آقا اقتدار اس کا مالک ہے۔ اس میں ہر طرح کے تصرف کا اس کو حق حاصل ہے۔ ایک محنتکار اگر اپنے عمل کی کمائی میں اختیار و تصرف کا مجاز نہیں ہے تو یہ ذلت آمیز نظریہ انسانیت پر ظلم و عدوان نہیں تو اور کیا ہے۔

اشتراکیت اور دعویٰ مساوات اشتراکیت کو یہ دعویٰ ضرور ہے کہ لوگوں میں مساوات قائم کرنے انسان کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے انفرادی ملکیت کا خاتمہ کرنا ضروری ہے۔ مگر انفرادی ملکیت میں غلامی کے اسباب کو منحصر کرنا محل تامل ہے۔ انفرادی ملکیت سے امداد باہمی کے اصول پر استفادہ کرنا، مخلوق خدا کو نفع رسانی کی صاف اور کھلی راہ ہے اور ابنائے جنس کی ہمدردی کا سادہ طریقہ ہے۔ بلکہ ابنائے جنس میں خوف و ہراس کو پیدا کرنا قاہرانہ وحشت میں بنی نوع انسان کو دبا کر رکھنا اور معاشرہ سے بالجبر اپنے نظام کو منوانا اشتراکیت کی خاص خصوصیت ہے اور انتہائی غلامی ہے۔ کیا سوشلسٹ اقتدار کے حلقہ میں ڈاکٹروں نرسوں انجنیروں اور فنکاروں کی آمدنی سب سے زیادہ نہیں ہے۔ کیا مختلف طبقات میں اور ایک طبقہ کے مختلف افراد میں اجرتوں کا فرق اور امتیاز موجود نہیں ہے۔ کیا یہ واقعی حقیقت نہیں ہے کہ افراد میں ایک دوسرے پر باہمی برتری اور امتیاز کے حصول کا جذبہ انسانی فطرت کا لازمی حصہ ہے۔ اگر انفرادی ملکیت کے خاتمہ کرنے کے باوجود بھی اشتراکیت معاشرہ

کو اس عظیم خرابی سے پاک نہیں کر سکتی ہے۔ اور اب بھی اشتراکیت کے اقتدار میں اسی طرح کے طبقاتی امتیازات پائے جاتے ہیں تو پھر اشتراکیت کے اس بیرونی تکلف کی ضرورت کیا ہے۔ اس کے بغیر بھی معاشرہ میں ایسے اصول رائج کئے جا سکتے ہیں کہ معاشرہ کے افراد میں معاشی تفاوت کم سے کم کیا جا سکتا ہے۔

اشتراکیت سرمایہ داری کا دوسرا نام ہے | اشتراکیت کا یہ دعویٰ ضرور ہے کہ ملک کی تمام دولت مساویانہ طور پر تقسیم کی جائے گی مگر اس کے ساتھ یہ بھی اشتراکیت کا کہنا ہے کہ ملک کی تمام آمدنی اور آمدنی کے تمام وسائل سوشلسٹ اقتدار کی ملک ہیں۔ یہ فقرہ دلفریب ضرور ہے مگر یہ بڑا مغالطہ ہے۔ کیا سوشلسٹ کے سربراہ اور معاشرہ کے تمام افراد کے امتیازات اور معیار زندگی یکساں ہے۔ اشتراکیت دولت کی تقسیم نہیں کرتی کہ بڑے سرمایہ دار کا سرمایہ اور بڑے زمیندار کی زمینداری کو بانٹ دے اور معاشرہ کے افراد کو چھوٹے چھوٹے زمیندار بنا دے بلکہ معاشرہ کے چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں اور زمینداروں کو مٹاتی ہے اور سوشلسٹ اقتدار کو بڑا سرمایہ دار اور بڑا زمیندار بنانا اشتراکی نظام کا دوسرا اور واقعی نام ہے۔ کیا یہ دولت کی تقسیم کی گئی ہے۔ یا ملک کی تمام دولت ایک قبضہ میں سمیٹ لی گئی ہے۔ اور ایک خاص گروپ اور پارٹی کے اقتدار کے لئے مخصوص کر دی گئی ہے۔ اگر ظلم کو عدل اور ظلمت کو نور کہا جا سکتا ہے تو دولت کو سمیٹنے کو دولت کی تقسیم کا نام دیا جائے گا۔ یہ عجیب سی بات ہے کہ جس نظام نے مزدور کو پوری مزدوری نہیں دی ہے اور اپنی محنت و عمل کی کمائی کا مالک تسلیم نہیں کیا ہے۔ اور اس کے جائز اور ضروری تصرفات کو روکا ہے۔ اس کو مساویانہ اور عادلانہ تقسیم کا نظام کہا جائے! یہ بھی عجیب بات ہے کہ سوشلزم نظام نے انفرادی ملکیت کو تسلیم نہیں کیا اور قومی اجتماعی ملک کو بغیر کسی موجب اور سبب کے تسلیم کرتے ہیں۔ اور ہر طرح کے تصرفات کا مجاز قرار دیدیا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ قومی یا اجتماعی ملک کی حقیقت کیا ہے اور ملک کی کیا تعریف ہونی چاہیئے ـــــــ

فقہاء اور ملکیت کی تعریف | فقہائے اسلام نے ملک کی اسطرح تعریف کی ہے ملکیت کسی شئے کے اسطرح مخصوص کرنے کا نام ہے جس کو شریعت کی رو سے محفوظ کر لیا ہے۔ یا ملکیت ایسے تصرف کر سکنے کا اختیار ہے جس کا منبع شارعؑ کا اذن ہے۔ ملکیت کا حصول اور مخصوص کرنے کا حق شرعی طور پر حاصل ہونا ضروری ہے اور ایسے مالکانہ حقوق اور اختیار کا

اعتبار ہے جنکو شارعؑ نے عطا کیا ہے ۔ ملک کا تحقق اسوقت ہوتا ہے جب شارعؑ اس کو اس کو عطا کرے یا تسلیم کرے ۔ ملک شارعؑ کے عطا کئے یا اس کے اسباب کے تسلیم کئے بغیر تسلیم نہیں ہوتی ۔ مثلاً زمین کے ملک کے یہ معنی ہیں کہ جس زمین کو آپ نے استفادہ کے لئے مخصوص کیا ہے جس سے آپ ہی استفادہ کریں گے وہ کسی کے استفادہ کے لئے مخصوص نہیں تھی کسی کے قبضہ اور ملک میں نہیں تھی ۔ اصل سے مباح تھی شارعؑ نے اس کو آپ کے استفادہ کیلئے اختصاص کی اجازت دی ہے تو یہ آپ کی ملک ہے ، اور آپ اس میں اختیار و تصرف کے مجاز ہیں ۔ اسی طرح ملک رقبہ اور ملک نکاح استفادہ کے اس اختصاص کا نام ہے جس کی اجازت آپ کو شارعؑ نے دی ہے ۔ اگر آپ نے کسی شئے کو غیر مشروع طریقہ سے اپنے اختیار اور استفادہ کیلئے مخصوص کیا ہے ۔ تو اسطرح کا اختصاص ملک نہیں ہے ۔ اور اسطرح کا اختیار و تصرف مشروع اور جائز نہیں ہے ۔ معاشرہ کے کسی فرد یا افراد کی محنت کسب و عمل کی کمائی اسکی ہے ۔ اس کا مالک وہی ہے جس نے حاصل کیا ۔ شارعؑ نے کسی کو یہ حق نہیں دیا ہے کہ کسی کی محنت اور عمل کی کمائی کا خود بخود وہ مالک بنتا ہے اور انتقال ملکیت کے اسطرح کے اسباب کو بھی شارعؑ نے تسلیم نہیں کیا ہے ۔ کسی تاجر محنت کش مزدور کی محنت کسب و عمل کی کمائی کی پیداوار پر شارعؑ نے حکومت کو اپنے ملک میں لینے کی اجازت نہیں دی ہے اور جسطریقہ سے حکومت مزدور وغیرہ کی کمائی اور پیداوار لینا چاہتی ہے اس کو شارعؑ نے انتقال ملکیت کا جائز اور درست سبب تسلیم نہیں کیا ہے ۔ اس لئے حکومت مالک نہیں بن سکتی اور نہ کسی طرح کے تصرف کی مجاز ہے مسلمان اس نظام کو اسلامی سوشلزم کہے تو کیسے اور کیونکر کہے ۔

مالک کی مرضی کے بغیر اس کی ملکیت میں تصرف

قرآنِ شریف میں ارشاد ہے (اے ایمان والو ! خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اس چیز سے کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے زمین سے) ایمان والوں کو قرآنِ شریف ان کی محنت اور کسب کی پیداوار میں خواہ کاشت کی پیداوار ہے یا مزدوری تجارت کی پیداوار انفاق کرنے کا امر دیتا ہے ۔ خواہ عشر د خراج میں خرچ کرے یا ضعیف خستہ حال مسلمان کے معاش میں خرچ کرے ۔ بہر حال اس کو مالک قرار دیتا ہے اور اس کے اختیار اور ارادہ سے اس ہی کو تصرف کرنے کا حق دیتا ہے ۔ قرآن شریف کے اس طرزِ بیان سے بعض حضرات کی یہ غلط فہمی بھی رفع ہوتی ہے کہ آیت میں انفاق کا امر

فرد کیطرح حکومت اور اجتماع کو بھی شامل ہے۔ اس لئے کہ قرآن شریف مزدور محنت کار کو اسکی محنت اور عمل کی کمائی کا مالک قرار دیتا ہے۔ اور اس ہی کو اس میں تصرف کا حق دیتا ہے۔ حکومت نے اس کمائی کے حاصل کرنے میں نہ محنت کی ہے اور نہ اس کے عمل کو اس میں دخل ہے۔ حکومت اور اس کے کارندوں نے جو کچھ کیا ہے۔ اسکی اجرت ان کو مل رہی ہے، اس کے وہ مالک ہیں اس میں تصرف کریں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص یا ریاست کو یہ حق نہیں دیا ہے کہ وہ لوگوں سے کام کرائے مگر اسکی اجرت اور محنت کی پیداوار کو پورا نہ ادا کرے اور خود مالک اور متصرف بنے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مزدور کی پوری اجرت نہیں ادا کی، قیامت کے دن حق تعالیٰ اس سے خود نمٹے گا۔ [۱]

حکومت اور شخصی ملکیت میں دست اندازی

اسلام کسی فرد کی کمائی اور دولت کے لینے کا حکومت کو کیا حق دیتا مشترک املاک کو بھی اگر حکومت اپنے لئے مخصوص کرنا چاہتی ہے تو اسلام حکومت کو اس حق دینے کا بھی روادار نہیں ہے، چہ جائیکہ کسی فرد کی کمائی کا تمام سرمایہ حکومت کو لینے کا روادار رکھے۔ اسلام نے اپنے نظام میں بعض اشیاء کو مفاد عامہ کے پیش نظر سب کے لئے یکساں طور پر مباح قرار دیا ہے اور کسی فرد یا جماعت کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ مفادِ عامہ کے خلاف اسطرح اپنے قبضہ اور تصرف میں کریں کہ دوسروں کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہ دیا جائے مگر حکومت کو یہ حق دیا گیا ہے کہ بعض قطعات اراضی کو اس غرض سے دوسروں کو آباد کرنے سے روک دے کہ ان میں گھاس اور چارہ جانوروں کے چرنے کے لئے مباح ہو یا حکومت اجتماعی اغراض کے تحت عام استفادہ کے علاوہ زمین کے قطعہ میں سے ایک حصہ اپنے لئے مخصوص کرلے اور افراد کی دسترس سے باہر قرار دے اور اس حق کے جواز کی وجہ وہ اہم اجتماعی ضروریات ہیں جنکی تکمیل حکومت کے ذمہ ہے۔ شریعت میں اس کو حمی کہا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حمی کا حق اللہ اور اس کے رسولؐ کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔ [۲]

ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیع کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے لئے مخصوص کرلیا تھا [۳]

---

[۱] بخاری کتاب الاجارۃ　[۲] بخاری شریف کتاب المساقات ص ۳۱۹ ابوداؤد شریف کتاب الخراج والفئ والامارۃ ص ۴۳۹

[۳] (کتاب الاموال ص ۲۹۸)

ایک اعرابی نے حضرت عمرؓ سے کہا: اے امیر المومنین! یہ ہمارے علاقے ہیں، ہم نے ان کے لئے جاہلیت میں لڑائیاں لڑی ہیں اور یہاں رہتے ہوئے ہم اسلام لائے ہیں۔ آپ کیوں ان کو حکومت کے لئے مخصوص کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سنکر سر جھکالیا۔ اعرابی کے بار بار سوال دہرانے کے بعد فرمایا سارا مال اللہ کا مال ہے اور سارے بندے اللہ کے بندے ہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ جانور نہ ہوتے جنکو مجھے خدا کی راہ میں سواری بنانا ہے تو میں ایک مربع بالشت زمین بھی حمی نہ قرار دیتا اور یا اسطرح فرمایا یہ سارے علاقے اللہ کے علاقے ہیں اور اللہ کے مویشیوں کیلئے ان کو حمی بنایا جاتا ہے جنکو اللہ کی راہ میں سواری بنایا جائے گا۔[1]

کسی اجتماعی ضرورت کیلئے حکومت کا اختیار زمین کے کسی اختصاص کے مذکورہ واقعات سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حکومت اپنے لئے زمین کے کسی حصہ کو ایسے وقت مخصوص کر سکتی ہے جبکہ اجتماعی اہم ضرورت ہو ورنہ نہیں۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ زمین کے مخصوص کرنے میں رحمی بنانے میں لوگوں پر تنگی اور ان پر ظلم اور ضرر رسانی ہے۔ اس لئے حضورؐ نے اس سے منع فرمایا اور حضورؐ اس سے اس لئے مستثنیٰ کئے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میزان عدل عطا فرمائی تھی۔ اور اس بات سے آپ کو محفوظ کیا تھا کہ کوئی ناجائز بات آپ سے صادر ہو۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ابواب ابتغاء الرزق)

اسلام اپنے معاشی نظام میں معاش کے تمام وسائل میں صرف زمین کے ایک حصہ کے مخصوص کرنے کیلئے حکومت کو اس شرط پر اجازت دیتا ہے کہ جہاد جیسی اہم اجتماعی ضرورت اس کے بغیر انجام پذیر نہیں ہوتی ہے۔ اور ایسی شخصیت کو اجازت دیتا ہے جس کے ایسے تصرف اور تخصص سے معاشرہ کو کسی قسم کی تکلیف اور تنگی کا خطرہ نہیں ہے۔ لیکن سوشلزم ملک کی تمام دولت کو بغیر کسی شرط اور ضمانت کے حکومت کا ملک اور حق قرار دیتا ہے۔ اور حکومت کے ہر ایک تصرف کو جائز اور برقرار رکھتا ہے۔ کیا سوشلزم کے معاشی نظام کو اسلام کا معاشی نظام کہا جائے گا۔ اور سوشلزم کے ساتھ اسلام کے نام کا پیوند لگانا صحیح اور اسلام ہو سکتا ہے۔

اسلام اور سوشلزم یہ درست ہے کہ اشتراکیت کے علمبردار بڑی غمخواری کے ساتھ وعظ سناتے ہیں کہ سوشلزم معاشی نظام اور سماجی انصاف کا دوسرا نام ہے وہ عقاید

[1] کتاب الاموال صفحہ ۲۹۸

اعمال سے بحث نہیں کرتا کسی کے مذہبی معاملات میں دخل نہیں دیتا کسی قسم کی مذہبی پابندی نہیں لگاتا۔ کچھ حرج نہیں ہے کہ اسلام کو عقیدہ بنائیں اور اسلامی اعمال کو دین کے احکام سمجھیں اور معاشی مسائل میں سوشلزم کو دستور رکھیں۔ مسلمان کے مسلمان بھی رہیں اور مارکس کی راہنمائی میں روٹی کپڑا بھی ملے گا۔ لیکن حقیقت ایسی اور اتنی نہیں ہے۔ تہذیب نو کے اساتذہ بھی اسطرح شفقت کا درس دیتے رہے کہ صرف تہذیب نو سے متعارف کرانا ان کا مقصد ہے اور یقین دلاتے رہے کہ اسلامی مزاج اور قدر کا تحفظ کرتے ہوئے بھی تہذیب نو کو اپنایا جاسکتا ہے۔ لیکن تجربہ کے بعد یہ ثابت ہوا کہ تہذیب نو کے پھندا میں پھنسنے والوں میں اسلامی مزاج و کردار کو زندہ باقی رکھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ اور اس کے تربیت یافتہ تربیت گاہوں سے جب باہر نکلے تو اسلام سے بالکل بے خبر تھے۔ اور کسی وجہ کے بغیر خدا واسطے اسلام سے نفرت اور نفرت رکھا۔

اسی طرح اگر مسلمان نے سوشلزم کو اپنے معاش میں اپنا لیا تو مسلمان کی حیثیت سے اس کے لئے زندہ رہنا صرف دشوار نہیں بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ جس نے زہر کا پیالہ پی لیا ہے۔ جلد ہو یا دیر سے ہو مریگا۔ اور ضرور مریگا۔ خواہ اس کو مفرح جان کر پیا تھا۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مارکس اور اس کے پیروکاروں کا یہ کہنا ہے کہ قوم کا معاشی پروگرام اور بنیادی عقائد و نظریات حیات دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ وہ باہمی اس قدر مربوط ہیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور جدلیاتی اضدادی فلسفہ معاشی نظام کی بنیادی اساس ہے۔ ہر ایک نظام زندگی اور معاشرتی حالات اپنے اندر اپنی ضد کی پرورش کرتے ہیں۔ اور کسی وقت ایسے حالات رونما ہوئے ہیں کہ ان دونوں میں تصادم ہو جاتا ہے۔ اور اس تصادم سے نیا نظام اور نئی معاشرتی حالت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً اضداد کی کشمکش، سرمایہ داروں اور مزدوروں کی طبقاتی کشمکش ایسے مؤثر عوامل ہیں جو انسان کی تمام اقتصادی اور مادی ترقی کے موجب ہیں اور یہی سوشلزم کی نظریاتی بنیاد ہے۔ سوشلزم اور مادہ پرستانہ جدلی مادیت کے نظریہ میں فطری ربط اور طبعی تعلق ہے، خالق اور مخلوق رب اور بندہ کے درمیان رابطہ دین و مذہب تمام اقتصادی عوامل کی پیداوار ہیں۔ اقتصادی پس منظر سے الگ ان کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہے۔ انسانی زندگی میں اصل قدر و قیمت معاشی وسائل کی پیداوار کی ہے۔ جنکی تبدیلی سے انسانی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ اور انقلاب اٹھتا ہے۔

میں مارکس کے اس تفلسف سے کہ آیا صحیح ہے یا غلط مزید بحث نہیں کرتا۔ صرف اتنی گذارش ہے کہ ہر ایک نظام زندگی میں اسکی ضد پوشیدہ ہے اور کسی وقت خاص حالات میں ظاہر ہوتی ہے اور متصادم ہوتی ہے۔ اور اس کے تصادم سے نیا نظام بنتا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو یہ بھی ماننا چاہیئے کہ لیل و نہار کا انقلاب، متضاد حوادث و نوازل کی آمد خالق کائنات کا نظام نہیں بلکہ بے شعور مادہ کی کرشمہ سازیاں ہیں اور یہ کہ اشتراکی نظام زندگی میں بھی اس کی ضد اندر اندر اپنی پرورش کر رہی ہے۔ اور کسی وقت خاص حالات میں سوشلزم نظام کا تصادم ہوگا۔ اور اس کا بدل نیا نظام قائم کرے گا۔ اسطرح سوشلزم نظام بھی آخری اور مستقل نظام نہیں ہے۔ اس کا ختم ہونا بھی ضروری ہے۔ پھر اسکی طرف لپکنا کیوں اور اس کے آگے لانے کی کوشش کس لئے ہے۔ نیز جب سوشلزم نظام بھی طبعی طور پر اضداد کے تصادم سے خود بخود پیدا ہونا ہے تو ایسے حالات کا انتظار کرنا چاہیئے تھا۔ اسکی جبری آورد کے لئے بیشمار انسانوں کی تباہی کی اور بے پناہ خونریز جد وجہد کی ضرورت کیا تھی۔ اور آجتک اسکی پشت پر سیاسی قوت تصنیفات و تحریرات کے بیشمار ذخائر، تصاویر اور فلمی دنیا کا ایک جال کیوں ہے۔ نیز اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام نے عرب کو جس نظام حیات سے متعارف کیا اور اپنے ساتھ عظیم الشان نیا انقلاب لایا۔ عرب کی سیاست کو بدلا، عرب کے ذہن افکار و مذہب و معاشی طریقہ کار کو بدلا۔ مگر عرب میں اس سے پہلے نہ معاشی انقلاب تھا۔ اور نہ اس کے معاشی وسائل میں ایسی تبدیلی ثابت ہے۔ جو اسلام کے انقلاب کا موجب اور باعث ہے۔

مولانا عبدالرشید، خلیفہ مجاز حضرت صاحب ملفوظات

(مسلسل)

حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنیؒ

کے

ملفوظات

العلم حجاب اکبر کا مفہوم | فرمایا: حدیث شریف میں آتا ہے کہ "العلم حجاب الاکبر" یعنی علم بہت بڑا حجاب (پردہ) ہے۔ حضرات محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی مختلف توجیہیں کی ہیں۔ اگر علم سے مراد "علم دین اور شریعت" ہے، تو یہ حجاب اکبر کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ تو وصل الی اللہ اللہ تعالیٰ سے ملانے والا ہے۔

اگر علم کا مطلب علم فلسفہ و ریاضی وغیرہ ہے تو حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک یہ علم ہی نہیں۔ لہذا علم سے مراد "خودی اور تکبر اور خود بینی" ہے۔ تو یہ حجاب اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہم سب کو بچائے۔

حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنیؒ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت آدمی بالغ کب ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ شریعت میں بالغ ہونا پوچھتے ہو یا طریقت میں۔ اس نے عرض کی کہ حضرت کیا شریعت اور طریقت میں بالغ ہونے میں فرق ہے۔؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ شریعت میں تب بالغ ہوتا ہے جب منی خارج ہو۔ اور طریقت میں تب بالغ ہوتا ہے جب منی یعنی خودی اور تکبر سے نکل جائے ــــ مسلمانوں یہ تکبر بڑا مرض ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

مرا پیر دانا و مرشد شہابؒ
دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بین مباش
دیگر آنکہ بر غیر بد بین مباش

اس نصیحت میں دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ تصوف کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے۔

گھروں میں جانداروں کی تصویریں نہ لٹکاؤ۔ فرمایا: آجکل مسلمان گھروں میں تصویریں رکھتے ہیں۔ اور پھر ان پر فخر کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتدخل ملائکۃ الرحمۃ فی بیت فیہ تصاویر۔ (الحدیث) جس گھر میں تصویریں ہوں اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

مدینہ منورہ میں عید کے دن میں ایک گلی سے گزر رہا تھا۔ ایک شخص نے مجھے دیکھا۔ اور کہا کہ میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ آپ میری گلی سے گزر رہے ہیں، لہذا غریب خانہ پر تشریف لائیے اور "اشرب واحد فنجان" اور ایک پیالی چائے پی کر جائیے۔ میں اس کے گھر گیا تو دیکھا کہ سامنے دیوار پر تصویریں لٹکی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے سمجھایا۔ اس نے فوراً تصویریں اتار ڈالیں۔

آدابِ خورد و نوش مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ کھانا میزوں اور کرسیوں پر بیٹھ کر کھاتے ہیں جو کہ بالکل خلافِ شریعت ہے۔ مکہ معظمہ میں ایک مصری نے مجھے دعوت پر بلایا کھانا میز پر رکھا تھا جب میں پہنچا تو میں نے اسے کہا حضرت حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسطرح میز کرسی پر بیٹھ کر نہ کھاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ مصری نے کرسیاں ہٹوا دیں۔ فرش پر دستر خوان بچھوا کر سنت کے مطابق کھانا کھلایا۔

ہم تو ہر چیز خلافِ شریعت مطہرہ کرتے ہیں۔ اب تو کھانا کھڑے ہو کر کھاتے ہیں۔ اور چھری کانٹوں سے کھاتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں ہمیں حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوتی۔ ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

میں کہتا ہوں کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس بات میں نسبت ہے۔ اگر ہمیں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت بلالؓ کی زیارت ہو جائے تو زہے قسمت۔ لہذا اپنی خورد و نوش کو شریعت کے احکام کے مطابق رکھو۔

صحبتِ صالحین اختیار کرو فرمایا: صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ صحبت مؤثر ہوتی ہے۔ ایک کے دل کا اثر دوسرے کے دلوں پر پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

(توبہ آیت ۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

اس آیت شریفہ میں نیک صحبت میں رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ نیک اور سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرو (ایک شخص نے اس وقت اپنے لڑکے کے نافرمان ہونے کی شکایت کی۔) آپ نے فرمایا کہ حضرت عبدالوہاب شعرانیؒ ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا ایک صاحبزادہ تھا جسے علم حاصل کرنے کا بالکل شوق نہ تھا۔ شیخؒ اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئے۔ آخر تھک کر فرمانے لگے یا اللہ! میں نے اپنے فرزند عبدالرحمان کو تیرے سپرد کیا۔ چند دنوں کے بعد عبدالرحمٰن کو علم کا شوق پیدا ہوا۔ علم حاصل کرنے میں کوشش کی۔ اور عالم اور کامل ہو گیا۔ اولاد کو سدھارنے کی کوشش اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں لگے رہنا چاہیے

حل مشکلات کے لئے عمل | ایک شخص نے آپ سے اولاد صالح کے پیدا ہونے کے لئے عمل طلب کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ سورۃ فاتحہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی "م" کو "الحمد" کیساتھ ملا کر روزانہ ایک تسبیح پڑھا کرو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ نیک اولاد کے لئے دعا مانگا کرو۔ یہ وظیفہ تمام مشکلات کے لئے مفید ہے۔ وہ شخص پھر تعویز کے لئے اصرار کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا میرا کام تو صرف شریعتِ مطہرہ کے مطابق سلوک سکھانا ہے مجھے عملیات کے ساتھ کوئی سروکار نہیں۔ اس کے بار بار اصرار پر آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اور تعویذ طلب کیا۔ بزرگ اللہ والے تھے۔ فرمایا کہ میں تعویذ نہیں جانتا۔ جب وہ شخص اپنے اصرار سے نہ ہٹا تو بزرگ نے تعویذ لکھ دیا۔ اور تعویذ میں لکھا کہ "یا اللہ میں جانتا نہیں اور یہ مانتا نہیں۔" اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی حاجت پوری کر دی۔ دوسرے شخص کو تعویذ کی ضرورت ہوئی۔ اس نے کہا کہ بزرگ کا عطا کردہ تعویذ مجھے دکھا دو تاکہ میں نقل کر لوں۔ کھول کر دیکھا تو اس میں مذکورہ بالا الفاظ لکھے ہوئے پائے۔ یہ واقعہ بیان فرما کر آپ نے تعویذ مانگنے والے سائل کو فرمایا کہ میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔

صحبتِ شیخ کے آداب | فرمایا: شیخ کی صحبت میں کوئی دنیاوی غرض لے کر نہ جانا چاہیے۔ ان باتوں سے دینی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ نہ ہی اس غرض سے جائے کہ مخلوق کو مسخر کرنے کا عمل ہاتھ لگ جائے۔ بلکہ اپنے سرکش نفس کو مسخر کرنا مقصود ہو۔ علم اس لئے پڑھے کہ دینی معلومات حاصل ہو اور ان پر عمل کروں۔ بزرگوں کی خدمت میں اس لئے جائے کہ نفس کی اصلاح ہو اور عملی طاقت پیدا ہو جائے۔ شیخ کی صحبت میں فائدہ وہ شخص حاصل کرتا ہے۔ جو اس کا ادب

کرتا ہے۔ اور خدمت کرتا ہے۔

دل آئینہ کی مانند ہے اگر اسے دنیا کی اشیاء کیطرف متوجہ کرو گے تو اس پر ان چیزوں کا عکس پڑے گا۔ اور غفلت بڑھے گی۔ اور اسے آخرت کی طرف متوجہ کرو گے۔ تو خوف خدا تعالیٰ پیدا ہوگا۔ شیطان نے ہمیں غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں سب کچھ ملتا ہے ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ہم مرغن غذائیں کھاتے ہیں۔ یہ خیال نہیں ہوتا کہ وہ حلال کی ہیں یا حرام کی۔ بزرگوں کی صحبت نصیب نہیں ہوتی۔ سب کچھ بزرگوں کی صحبت میں حاصل ہوتا ہے۔ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ فقراء کی خاکروبی سلاطین کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ کیونکہ ان کی خدمت فلاح دارین کا ذریعہ ہے۔ یہ سب کچھ اعتقاد سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک شخص نے چاہا کہ وہ ایسے بزرگ کا مرید ہو جو کہ عالم بھی ہو تاکہ مسئلے دریافت کرتا رہے۔ اور مالدار بھی ہو تاکہ غربت کے وقت مالی امداد ملتی رہے۔ اور سید بھی ہو، اور خوبصورت بھی ہو اور طبیب بھی ہو تاکہ علاج کے لئے دوسرے کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ غرض اس کی تمام مشکلات اسی ایک بزرگ سے حل ہوتی رہیں۔ اسے ان جملہ اوصاف والا کوئی بزرگ نہ ملا۔ جس میں ایک صفت پاتا تو دوسری موجود نہ تھی۔ ایک دن وہ یہ سوچ کر گھر سے باہر نکلا کہ جو شخص آج پہلے ملیگا اس کا مرید ہو جاؤں گا۔ گھر سے باہر آیا تو ایک چور اس کو مل گیا۔ اسے کہا کہ مجھے اپنا مرید بنالو۔ اس نے کہا کہ میں تو کچھ بھی قابلیت نہیں رکھتا۔ صلاح کار کجا، من بدکار کجا۔ میں تو ڈاکہ ہوں، رات کو ڈاکے مارتا ہوں۔ یہ باتیں سن کر اس شخص کا اعتقاد اور بھی بڑھ گیا، اور سمجھا کہ بزرگ یہ باتیں کر کے اپنی بزرگی کو چھپانا چاہتا ہے۔ اس نے جب چور کو مجبور کیا تو چور نے کہا کہ اچھا سجدہ میں پڑ جاؤ۔ جب تک غیب سے کوئی آواز نہ آئے تب تک سر کو سجدہ سے نہ اٹھانا، وہ شخص سجدہ میں گر گیا۔ اور چور چوری کرنے چلا گیا۔ وہ شخص تین دن سجدہ میں پڑا رہا۔ تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی کہ میرا یہ بندہ محبت کا کتنا طالب ہے، اس کو بشارت دے دو۔ تو اسی چور کے دل میں اللہ تعالیٰ نے خیال ڈالا وہ واپس اسی جگہ پر آیا۔ اور اس شخص کو سجدے میں پڑا ہوا پایا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہی چور کو رقت طاری ہوگئی۔ اور اس نے چوری سے توبہ کر لی۔ اور اس شخص کو کہا کہ سر کو سجدہ سے اٹھاؤ وہ تو منتظر تھا۔ اس نے

سر سجدہ سے اٹھایا چور اس شخص کے قدموں پر گر پڑا کہ تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا۔ اور مجھے توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ اور وہ شخص اس کے قدموں پر گر پڑا کہ وہ مرشد کامل ہے۔ لہذا عقیدت سے انسان کامیاب ہو جاتا ہے۔

میرے پیر و مرشد حضرت قریشی رح نے فرمایا کہ انسان سے پیاز کا دانہ بہتر ہے۔ اسے کوٹو تو پانی نکلے گا، انسان کو کوٹو تو نجاست اور خون نکلے گا۔ اصل مقصد رابطۂ شیخ ہے شیخ اگر دور ہے لیکن قلب کا رابطہ اس کے ساتھ ہے تو فیض آتا رہتا ہے۔ اگر شیخ قریب ہو لیکن اعتقاد نہ ہو تو اسے دور ہی سمجھا جائے گا۔ گر دریمنی دل بہ منی پیش منی۔ گر بہ منی دل دریمنی در یمنی۔ یعنی اگر دل میرے ساتھ ہے مگر تو یمن میں ہے تو میرے سامنے ہے۔ اور اگر دل میرے ساتھ نہیں اگرچہ جسم میرے ساتھ ہو لیکن دل یمن میں ہے تو یمن میں ہے۔

تصوف کا مفہوم | فرمایا: تصوف کے معنیٰ ہیں " حسن المعاملۃ مع الخلق والخالق۔ (خلق اور خالق کے ساتھ حسن معاملت کرنا) ہم اپنے آپ کو اسباب کا محتاج سمجھتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسباب میں اثر فعلِ الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام بیمار ہوئے، اللہ تعالیٰ کیطرف سے حکم ملا کہ فلاں مقام پر فلاں بوٹی ہے وہ رگڑ کر پیو۔ شفا ہو جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ بوٹی استعمال کی تو شفا ہو گئی۔ پھر چند دنوں کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہی مرض لاحق ہو گیا۔ خود جا کر وہ بوٹی لا کر پی مگر مرض نے نہ چھوڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یا اللہ مرض بھی وہی اور بوٹی بھی وہی ہے مگر اس مرتبہ اسے استعمال کرنے سے فائدہ نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کیطرف سے پیغام آیا کہ اے موسیٰ جڑی بوٹیوں میں کیا رکھا ہے سب کچھ میرے دستِ قدرت میں ہے۔ چیز دل میں اثر اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہوتا ہے۔ اسی طرح شیخ بھی رجوع الی اللہ کرنے کے لئے ایک سبب ہے مقصود ذاتِ الٰہی ہے۔

ایک شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے توحید کی تبلیغ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک کافر کی سلطنت میں گیا۔ وہ اسی حال میں تھا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا۔ اس نے اسے بلوایا اور کہا کہ دیکھو تمہارے کپڑے پھٹے پرانے ہیں جو تبلیغ کر رہے ہیں اسے چھوڑ دو۔ اور دین قبول کر لو۔ میں تجھے نیا لباس دوں گا۔ اور مالامال کر دوں گا۔ اس نے کہا مجھے تیری کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ حضرت تاجدار مدینہ منورہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لموضع شبرٍ من الجنۃ

خیر من الدنیا وما فیھا ۔ جنت کی ایک بالشت بھر جگہ کا دنیا وما فیھا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بادشاہ نے کہا وہ توکل کی بات ہے۔ کیا خبر ملے یا نہ ملے اس نے کہا کہ مجھے تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر اتنا یقین ہے جتنا تیری بات پر بھی نہیں۔ ہمارے اسلاف کا اعتقاد اور یقین نہایت پختہ تھا۔

مسلمانوں : نماز کا بہت اہتمام کیا کرو۔ تکبیر اولیٰ نہ چھوٹنے پائے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : تکبیرۃ الاولیٰ خیر من الدنیا وما فیھا ۔ (تکبیر الاولیٰ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے)

علم طریقت | ایک شخص نے اعتراض کے طور پر کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ "فیض سینہ بہ سینہ" آیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا : میں کہتا ہوں کہ ہر علم کی تعلیم کا طریقہ جداگانہ ہے۔ علم قرآن مجید و حدیث شریف تعلیم و تعلم سے حاصل ہوتا ہے۔ زبان کو منہ میں مختلف جگہوں پر لگا کر اخراج حروف کہا جاتا ہے۔ اسی طرح علم طریقت سینہ بہ سینہ حاصل ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ما صب اللہ فی صدری الا صببتہ فی صدر ابی بکرؓ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز میرے سینے میں نہیں ڈالی مگر میں نے ابوبکرؓ کے سینے میں ڈالی۔

یہاں نہ زبان کا تعلق ہے نہ جوارح کا اسی واسطے صَبَبۃُ (ڈالی) کا لفظ فرمایا۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا : اھل الذکر جلساء لا یشقی جلیسھم ۔ یعنی اہل ذکر کیساتھ بیٹھنے والا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہیں رہتا۔

دوسری حدیث میں آیا ہے۔ اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا ۔ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو ان کا پھل کھاؤ۔ (قیل ما ریاض الجنۃ) صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یا حضرت جنت کے باغ کیا ہیں۔ قال : حلق الذکر۔ فرمایا ذکر کے حلقے۔ یہ جنت کے باغیچے ہیں، جو ذکر کرے گا وہ برکت میں حصہ پائے گا۔ جو ان کے ساتھ بیٹھے گا، وہ بھی خالی نہ جائے گا۔

تصفیۂ قلب | اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ۔ (العنکبوت - آیت - ۶۹) ترجمہ : اور جنہوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہیں سمجھا دیں گے۔

ذکر سے قلب کا تصفیہ ہوگا۔ قلب کے درست ہونے سے تمام اعضاء کی درستی

ہو گی۔ قلب کے فساد سے تمام وجود میں فساد ہو گا۔ قلب انسان کے تمام اعضاء کا بادشاہ ہے۔ جب بادشاہ درست ہو گا تو تمام رعایا درست ہو گی کیونکہ السلطان ظل اللہ علی الارض۔ (بادشاہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے)

قلب کے اندر بہت سارے امراض ہیں، وہ انسان کو شریعت مقدس پر عمل کرنے سے روکتے ہیں۔ حالانکہ انسان کو شریعت کا مکلف بنایا ہے۔ بخل و حرص زکوٰۃ اور خیرات سے روکتے ہیں۔ ریا اخلاص فی العمل سے روکتا ہے۔ تکبر، حسد، بغض، غیبت، کذب وغیرہ بہت سے مرض ہیں۔ ان امراض کی وجہ سے قلب پر زنگ چڑھ جاتا ہے۔ ذکرِ الٰہی سے یہ زنگ دور ہوتا ہے ؎

ہر گنہ زنگیست بر مراٰۃ دل　　　دل شود زیں زنگہا خوار و خجل

ہر گنہ دل کے آئینہ پر زنگ کرتا ہے اور اسی زنگ سے دل سیاہ ہو کر خوار و خجل ہو جاتا ہے۔

حضرت عبدالوہاب شیرانی قدس سرہٗ کو انکشاف قبور ہوتا تھا۔ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ کسی پر شیر مسلط ہے۔ اور کسی پر بچھو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر یہ بات منکشف ہوئی کہ شیر کے عذاب کا باعث حرام مال کا کھانا ہے۔ اور بچھو کا عذاب غیبت اور چغلی کرنے کی وجہ سے ہے۔

قلب کے تصفیہ کے ماتحت نفس کا تزکیہ ہے۔ کیونکہ جس چشمہ سے قلب فیضیاب ہوتا ہے۔ اسی چشمہ سے نفس بھی ہوتا ہے قلب تجلیات افعالیہ سے تربیت پاتا ہے اور نفس بھی تجلیات افعالیہ سے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں: کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی: کیف اصل الیک۔ میں تجھ سے کس طرح واصل ہوؤں۔؟ فرمایا: فارق النفس و تعال۔ یعنی نفسانی خواہشات ترک کرنے سے میرا قرب حاصل ہو گا۔ سب غیر شرعی نفسانی خواہشات ترک کرنا موجب رضائے الٰہی ہے۔ قلب کا تصفیہ لازمی ہے۔ اس سے نفس کا تزکیہ ہو گا۔ جب تک قلب مصفّا ہو نفس مزکّی نہیں ہوتا۔ جب تک روح مجلاّ نہ ہو وصول الی اللہ ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نگاہ بھی انسان کے قلب پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ان اللہ تعالیٰ لاینظر الی صورکم ولا الی اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم۔ تحقیق اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کیطرف نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کیطرف دیکھتا ہے۔ چونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اور نیت کا مقام قلب ہے اسی لئے اس حدیث میں قلوبکم (تمہارے دل) کو پہلے ذکر فرمایا۔

تبرکات ونوادر

محترم المقام زید مجدکم السامی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کے چند گرامی نامے شوال سے بلکہ رمضان سے اب تک موصول ہوئے ہر ایک کا جواب بہ وقت دیا گیا۔ مگر آپ کے اس لفافہ سے جو غیر مورخہ ہے اور ۱۷ محرم ۱۳۶۷ھ کو موصول ہوا ہے معلوم ہوا کہ ہمارے عریضے[1] آپ کو نہیں ملے حالانکہ دارالعلوم سے ایک خط رجسٹری کرا کے آپ کو بھیجا گیا جس میں یہاں دارالعلوم میں موجودہ صورت بتلائی گئی تھی۔ خیر یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں کہ خطوط کیوں نہیں پہنچتے۔ اللہ تعالیٰ حالات درست فرمائے اور وہ دن جلد از جلد لاوے کہ پھر آپ اور ہم سب ایک جگہ جمع ہوں اور آپ خیریت کے ساتھ یہاں پہنچیں۔ یہاں کے حالات حضرت مہتمم صاحب[2] نے تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں۔ ان سے کیفیت معلوم ہوگی۔ ہم یہاں خدا کا شکر ہے، خیریت سے ہیں۔ لیکن میری چھوٹی بیٹی اور اس کا شوہر دہلی قرولباغ سے جان بچا کر نکلے، ان کا تمام سامان واسباب لٹ گیا اور اب وہ لاہور میں ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں، ان کا شوہر لاہور میں اپنی جگہ کو (جو دہلی میں تھی) لاہور میں حاصل کر چکا تھا۔ اب ان کا تبادلہ کوئٹہ کو ترقی پر ہوا ہے۔ بڑی لڑکی اور ان کے شوہر مسعود الرحمان صاحب اور بچے تقریباً ۳ ماہ تک بہادر گڑھ کیمپ پٹیالہ میں مقیم تھے۔ کل ایک خط سے معلوم ہوا کہ وہ سپیشل ٹرین سے یکم دسمبر ۱۹۴۷ء کو لاہور بھیج دیئے گئے۔ اب میں لاہور ان کے آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ خدا کرے وہ خیریت سے پہنچ گئے ہوں اور راحت واطمینان سے وہاں رہنے کیلئے جگہ مل جائے۔ زیادہ تمنائے ملاقات، اور کیا عرض کروں۔ اپنے والد صاحب سے سلام فرمادیں۔ والسلام ۲۳/۱/۴۷

---

[1] مکتوب الیہ تعطیل رمضان پہ گھر تشریف لائے تھے کہ تقسیم ہند کا واقع پیش آیا اور رسل و رسائل کا سارا سلسلہ درہم برہم ہوگیا۔

[2] حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہ ـــــ ان مکتوبات میں ہر جگہ "حضرت مہتمم صاحب" سے آپ ہی مراد ہیں۔

برادرِ محترم جناب مولانا عبدالحق صاحب زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ گرامی نامہ مورخہ ۲۸/۶ ہجری بنام حضرت مہتمم صاحب لایا۔ ممدوح باہر سفر میں تشریف لے گئے ہیں، پرسوں تک واپس تشریف لے آویں گے۔ ممدوح کے متعلق آپ نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے وہ بالکل بجا اور درست ہے۔ خدا کرے آپ کی دعائیں قبولیت کا درجہ حاصل کریں۔ سال گذشتہ کی طرح اس سال بھی آپ کی تشریف آوری کا سخت انتظار رہا، معلوم نہیں کہ آئندہ سال کیلئے آپ کا کیا ارادہ ہے۔ آپ کا مشغلہ تعلیمی بالخصوص دورۂ حدیث[1] شریف کا درس موجب فرحت وسرور ہے۔ فھنیئاً لک۔ کچھ عرصہ ہوا آپ کا گرامی نامہ احقر کے نام بھی شرفصدور لایا تھا۔ میں بوجہ کاہلی کے اتبک اس کے جواب سے قاصر رہا جسکا افسوس ہے، امید ہے کہ آنمحترم اپنی دعاؤں میں احقر کو بھی فراموش نہ فرماویں گے۔ گاہ بگاہ خیریتِ مزاج سے مطلع فرماتے رہیں۔ مدرسہ میں بحمد اللہ ہر طرح سے خیریت ہے۔ امید ہے آپ مع متعلقین خیریت سے ہوں گے۔ فقط والسلام۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ

محترم المقام زید مجدکم السامی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرصہ کے بعد گرامی نامہ موصول ہو کر کاشفِ احوال ہوا۔ آپ کے حضرت والد ماجد[2] رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال سے سخت قلق و صدمہ ہے ــــ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بالخصوص آپ کے حزن وملال کے تصوّر سے اور بھی زیادہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرماوے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرماوے۔ آمین۔ احقر نے درجۂ قرآن شریف میں ایصالِ ثواب کا انتظام کیا اور مسجد میں بھی بعد از نماز پنجگانہ دعاءِ مغفرت کا انتظام کروایا ہے۔ آپ آئندہ سال ضرور تشریف لاویں۔ حضرت مہتمم صاحب نے یہاں آپ کے لئے حصول پرمٹ کی کوشش کی ہے۔ اجازت ملنے پر آپ کو اطلاع دی جائے گی اور حکم آپ کے

---

[1] مادرِ علمی سے کٹ جانے والے تشنگانِ علوم یہاں جمع ہو گئے۔ اور دورۂ حدیث اور اسکی موقوف علیہ کتابوں کی تدریس حضرت شیخ الحدیث نے شروع فرمائی۔ یہ غالباً ذی الحجہ کا مہینہ تھا۔

[2] حضرت قبلہ مولانا الحاج محمد معروف گل صاحب مرحوم المتوفی سنہ ۔

پاس بھیجدیا جاوے گا۔ آپ اس کے ذریعہ وہاں سے یہاں آنے کی اجازت حاصل کریں اور یہاں مدرسہ میں اپنی جگہ پر آنے کی سعی بلیغ فرمادیں۔ ۱۰ رشوال تک آپ کو یہاں پہنچ جانا چاہئے فقط والسلام ۲۰/۷/۴۸ ھ۔

محترم المقام جناب مولانا عبدالحق صاحب زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرا پہلا عریضہ ملاحظہ میں آیا ہوگا۔ لیکن نہیں معلوم کہ آپ نے جواب سے کیوں محروم رکھا۔ احقر نے حضرت مولانا مدنی مدظلہٗ سے آپ کا جذبۂ عقیدۃ اور سلام بھی عرض کر دیا تھا۔ اور آپ کا ہدیہ چائے کا ڈبہ بھی پیش کر دیا تھا اور آپ اور آپ کے مدرسہ کے لئے دعا کی جو درخواست آپ نے کی تھی وہ بھی بالتفصیل عرض کر دی تھی، مجھے امید ہے آپ کا مدرسہ کی فلاح و بہبودی اور ترقی کے لئے دست بدعا ہوں اور سب کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کا متمنی ہوں۔ حضرت[1] مہتمم صاحب آپ کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ کے روز مقیم رہے اور یہاں کی واپسی کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے۔ اگر معلوم ہو تو مطلع کریں۔ حضرت مہتمم صاحب ابھی تک کراچی تشریف فرما ہیں۔ اور معلوم نہیں کب تک یہاں تشریف فرما ہوں گے۔ حضرت مولانا مدنی بفضلہٖ خیریت سے ہیں۔ مدرسہ میں ہر طرح سے خیریت ہے۔ اور کوئی جدید بات نہیں ہے۔ جملہ حضرات مدرسین مدرسہ حقانیہ اور طلبہ سے سلام مسنون فرمادیں۔ خیریت مزاج سے مطلع فرمادیں انتظار ہے۔ فقط والسلام۔ ۱۲/۱/۴۹ ھ

بملاحظہ سامی برادر محترم مولانا عبدالحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ غیر مورخہ ۲۲ر ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ کو لایا تھا۔ سب پوسٹ ماسٹر حاجی غلام حسین صاحب مرحوم و مغفور کے انتقال کی خبر وحشت اثر سے بہت ہی قلق اور صدمہ ہوا اور مرحوم کی تصویر آنکھوں کے سامنے آگئی واقعی مرحوم بڑی

---

[1] حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ قیام پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ تشریف لائے تھے تو دارالعلوم حقانیہ کو بھی پہلی بار قدوم مبارکہ سے نوازا۔ متوسلین اور خود بھی حضرت موصوف کی خواہش تھی کہ آپ مستقلاً پاکستان میں قیام فرمالیں۔ مگر مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کی کشش بالخصوص حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے اصرار نے آپ کو واپسی پر مجبور کر دیا۔ ۱۲

خوبیوں کے سراپا حسنِ اخلاق تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بیشک آپ کو ان سے اور ان کو آپ سے بڑا ہی تعلق تھا۔ آپ کو ان کی مفارقت کا جسقدر بھی صدمہ ہو وہ بجا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل بخشے اور مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرماوے۔ آمین۔ احقر نے دارالعلوم کی مسجد میں ان کی مغفرت کے لئے دعا کرادی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔ حافظ خانہ میں قرآن شریف کے ختم کا انتظام کیا ہے۔ اور انشاء اللہ کلمہ طیبہ کے ختم کے موقع پر بھی مرحوم کو ایصالِ ثواب کرادیا جائے گا۔ آپ احقر کی طرف سے ان کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادہ صاحب سے تعزیت فرمادیں۔ اور صبر کی تلقین کریں اور وقتاً فوقتاً ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرتے رہیں کہ یہی چیز مرحوم کے لئے نافع ہوسکتی ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی لکھا تھا اور پھر عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ سال آئندہ میں دارالعلوم دیوبند میں اپنی سابقہ جگہ پر تشریف آوری کا قصد فرمادیں۔ تو اطلاع دیں۔ تاکہ آپ کے لئے پرمٹ وغیرہ کی کوشش کی جاوے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ آپ کی آمد و رفت میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ آپ اپنے مدرسہ دارالعلوم حقانیہ کا انتظام کسی دوسرے کو سپرد کردیں۔ اور آپ دارالعلوم دیوبند آنے کا قصد کریں۔ میں نے خصوصیت سے آپ کے بارہ میں حضرت مولانا مدنی مدظلہٗ سے استصواب کیا تھا۔ ممدوح نے فرمایا کہ وہ تشریف لاویں تو ہر قسم کا انتظام حکومت سے آمد و رفت کے سلسلہ میں بآسانی ہوسکتا ہے۔ ہماری خواہش تو یہی تھی اور رہے گی کہ آپ یہاں تشریف لے آویں۔ اگر آپ کی رائے ہو تو مجھے جلد مطلع کریں تاکہ آپ کے آنے کے لئے کوشش شروع کردی جائے۔ جو انشاء اللہ بہت جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ جاوے گی۔ آپ نے غالباً ادنیٰ چوغہ احقر کیلئے خرید فرمایا ہے مگر آپ نے قیمت تحریر نہیں فرمائی۔ اس کا لانے والا بھی انشاء اللہ جلد ہی مل جائے گا۔ مگر ازراہِ کرم اسکی قیمت سے مطلع فرمائیے تاکہ فوراً تبادلۂ سکہ کی صورت میں آپ کے پاس پہنچادوں۔ آپ اپنے مدرسین حضرات بالخصوص برادرم مولوی عبدالحمید صاحب سے سلام مسنون فرمادیں۔ اہل بیت کو سلام و دعا پہنچادیں۔ فقط والسلام۔ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۷۰ھ۔

قارئین کے خطوط

افکار و تاثرات

- قرآن اور سائنسی تحقیقات
- معاشی مسائل

قرآن کا کوئی مفہوم سائنس پر موقوف نہیں ماہ ربیع الاول کے پرچہ میں ایک مقالہ "ایک زمینی نشان" محررہ مولانا شہاب الدین بنگلوری نظر سے گذرا۔ اس مضمون کے بعض اجزاء سے یہ مفہوم ہوتا ہے۔ "کہ حق تعالیٰ کے قول زوج کریم یا اس قسم کے دوسرے نصوص مثلاً ومن کل شئ خلقنا زوجین اثنین۔ کا اصلی مفہوم سائنسی تحقیقات کے بعد معلوم ہوا۔ اور اس سے قبل ان آیات کا جو مفہوم سمجھا جاتا تھا "ہر قسم کی عمدہ چیزیں" ہر قسم کے اچھے نباتات" یہ مفہوم مجازی تھا۔ چنانچہ صہ۵ پر لکھتے ہیں۔ مگر علم نباتات کی ترقی کی بدولت اس کا اصلی مفہوم اب واضح ہو سکا ہے۔ یعنی ہر قسم کے نر و مادہ " انتہی۔

مضمون نگار کا یہ دعویٰ بندہ کے ناقص خیال میں محل نظر ہے۔ اس لئے کہ قرآن پاک محاورات عرب، عرف عام اور لوگوں کے متعارف اور متفاہم معانی کے مطابق نازل ہوا۔ قرآن پاک کا اصلی مفہوم وہی ہوگا جو فلسفیانہ تحقیق یا سائنسی انکشافات سے قطع نظر ایک خالی الذہن اور صحیح العقل آدمی کے ذہن میں متبادلاً آتا ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ قرآن کے مخاطبین صرف فلاسفہ، مناطقہ اور [illegible] نہیں بلکہ اکثر ایسے لوگ ہیں جنکو ان علوم و فنون سے دور کا علاقہ بھی نہیں ہوتا۔ اگر قرآن پا[illegible] اصلی مفہوم کو سمجھنے کیلئے کوئی سائنسی تحقیق اور اسکا سمجھنا موقوف علیہ ہو۔ تو لازم آئے گا کہ قرآن پاک کے اولین مخاطبین اصلی مفہوم سے ناواقف رہے ہوں۔ بلکہ سائنسی تحقیق سے قبل کے جملہ مفسرین، محدثین اور علماء امت اصلی مفہوم نہ سمجھ سکے۔ اور مجازی اور ثانوی مفہوم کو اصلی مفہوم سمجھنے کی خوش فہمی میں مبتلا رہے۔ قرآن پاک نے اسی عمومی خطاب کے پیش نظر دقیق و عمیق دلائل ذکر کرنے کی بجائے دلائل آفاقی و انفسی ذکر فرماتے ہیں کیونکہ اس قسم کے دلائل ہر جاہل گنوار کی سمجھ میں بھی آسکتے ہیں۔ اور قرآن پاک کے آسان ہونے کی جو تصریح حق تعالیٰ نے اپنے قول و لقد یسرنا القرآن للذکر میں فرمائی ہے اس کا یہی مطلب ہے۔ علاوہ ازیں ان سائنسی تحقیقات کو ثبات و دوام نہیں ہوتا۔ سائنسدانوں

کی تحقیقات بدلتی رہتی ہیں۔ اگر قرآن پاک کا اصل مفہوم کسی سائینسی تحقیق پر موقوف ہوتا تو اگر مرور زمانہ کے ساتھ وہ سائینسی تحقیق بدل جائے۔ تو لازم آئے گا کہ قرآن کا مفہوم یا بدل جائے یا مہمل ہو جائے۔ البتہ اگر یوں کہا جاتا کہ اصل مفہوم تو وہی ہے جو متقدمین نے بیان کیا۔ یعنی اچھے قسم کے نباتات وغیرہ کیوں کہ زوج کا معنی جیسے جوڑا آتا ہے ویسے زوج کا معنی مثل و نظیر بھی آتا ہے۔ کما فی قولہ تعالیٰ: حشروا الذین ظلموا وازواجھم۔ اور قطع نظر اس کے کہ نباتات میں نر مادہ ہوں یا نہ ہوں۔ اثبات توحید کے لئے مختلف پودوں کا وجود جو بعض اعتبار سے ایک دوسرے کے مشابہ اور بعض اعتبار سے غیر متشابہ ہوتے ہیں۔ مشتبہ و غیر متشابہ (القرآن) کافی ہے۔ کہ ایک زمین سے ایک قسم کا پانی پی کر اور ایک قسم کا تخم ہونے کے باوجود رنگ و بو اور ذائقہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ البتہ اس اصل مفہوم کے وسیع دائرہ میں بطور لطیفہ وعجیبہ کے اور بطور ایہام کے یہ دوسرا مفہوم بھی آسکتا ہے جسکا انکشاف سائینسی تحقیقات سے ہوا۔ لیکن اس مفہوم کو اصلی مفہوم قرار دینا محذورات کو مستلزم ہے واللہ اعلم۔

حکیم الامت حضرت تھانوی کے مواعظ میں مذکور ہے، جس کا حوالہ یاد نہیں کہ میرے پاس ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ آج مجھے ایک سائینسی مسئلہ کی دلیل قرآن سے مل گئی۔ میں نے پوچھا کیا مسئلہ ہے۔ کہنے لگے سائنس کا مسئلہ ہے کہ دنیا کی ہر شے میں تقریباً نر و مادہ ہے۔ تو میں نے پوچھا کس آیت سے دلیل معلوم ہوتی ہے کہنے لگے۔ آج میری بیوی سورہ یٰسین پڑھ رہی تھی۔ تو آیت سبحان الذی خلق الازواج کلھا۔ سے مجھے اس مسئلہ کی دلیل معلوم ہو گئی۔ لیکن حضرت نے تردید کی کہ سائینسی مسائل کا تعلق قرآن سے نفیاً و اثباتاً نہ لگانا چاہیئے۔ فقط۔ (عبدالقادر۔ مدرس دارالعلوم کراچی ۱۴)

اسلام کے معاشی مسائل | الحق جون میں محمد محترم فہیم عثمانی صاحب کا مضمون پڑھا بہت پسند آیا، میری مبارکباد ان تک ضرور پہنچا دیجئے گا۔ ان اصولوں کو کس ترتیب و پروگرام کے ماتحت اس دور میں عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ دراصل ایک بنیادی سوال ہے جسکا ایک جامع اور قابل عمل جواب اس زمانے کی اولین ضرورت ہے۔

قرآن کی ایک آیت کریمہ: ولا تبخسوا الناس اشیاءھم۔ صاحب موصوف کے

مضمون میں زیر بحث نہیں آئی۔ دراصل INFLATION سے زیادہ متعلق یہی آیت معلوم ہوتی ہے۔ تخیسِ اشیاء ایک بہت جامع CONCEPT یا تصوّر ہے۔ کم ناپنا یا تولنا معاملہ میں دوسرے کے مال کی VALUE میں کمی کرنا بھی تو اسی قسم کا ایک فعل ہے جس سے INFLATION کی بنیاد پڑتی ہے ۔۔۔ بہرکیف مضمون بہت اچھا ہے اور میں آپ کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں اس کے چھاپنے پر۔ والسلام

(خالد اسحٰق ایڈوکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان کراچی۔)

صدر یحییٰ سے | اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم سلطنت کی امارت آپ کو سونپ دی ہے جو آپ کو للکار رہی ہے ۔ کہ یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ ۔ اس لئے آئین اور نظام مملکت کے بارہ میں سارے منصوبے نظر انداز کرتے ہوئے یکلخت اسلامی آئین کے نفاذ کا اعلان کر دیں۔ ایسا کرنا غیر جمہوری اقدام نہ ہوگا جیساکہ مودودی صاحب نے مشرق ۲۲ مارچ میں کہا کہ "صدر کیطرف سے خود کسی آئین کا نفاذ غیر جمہوری ہوگا۔" بلکہ اللہ تعالیٰ نے جمہور سے کسی لادینی قانون کو جاری کرنے کا اختیار سلب کر لیا ہے ۔ اور مخلوق کی وہ طاعت جائز نہیں جس میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔ نہ اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں جمہور کو آئین سازی کا حق ہے ۔ ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ ۔

(سیف اللہ بنوی متعلم دار العلوم حقانیہ)

مدینۃ الحجاج میں خانۂ خدا کی تعمیر | مدینۃ الحجاج حاجی کیمپ واقع مولوی تمیز الدین خان روڈ پر ایک وسیع مسجد تعمیر کی جا رہی ہے ۔ تعمیر کا کام مالی دقتوں کے باوجود اس توقع پر جاری ہے ۔ کہ آپ خود اور آپکی وساطت سے دوسرے کرم فرما اس کارِ خیر میں ہر طرح امکانی سعی اور کوشش فرما کر فراخدلی کے ساتھ حصہ لیں گے ۔ تاکہ مسجد آئندہ موسم حج تک تیار ہو جائے اور حاجی صاحبان اس میں انبساط کے ساتھ بسہولت نماز ادا کر سکیں ۔ مسجد انشاء اللہ تقریباً ڈھائی ہزار نمازیوں کیلئے کفایت کرے گی ۔ مسجد کی مکمل تعمیر و دیگر ضروریات کا تخمینہ کم و بیش دس لاکھ روپیہ کیا گیا ہے ۔ عطیات میرے پاس انجمن مدرسہ و مسجد مدینۃ الحجاج کے نام جلد از جلد ارسال فرما کر سپاس گزار بنائیں ۔ حکومت پاکستان نے عطیات کو زیر دفعہ ۱۵۔ ڈی (۱) انکم ٹیکس ایکٹ سے مستثنیٰ قرار دیدیا ہے ۔

حاجی حافظ فرید الدین احمد الوجیہ

معرفت ۔ پائنیر آرٹس لمیٹڈ ۔ وکٹوریہ روڈ ۔ کراچی ۔ ۳

اعلیٰ بناوٹ
دل کش وضع
دل فریب رنگ
کا
حسین امتزاج
دنیا کے مشہور
SANFORISED
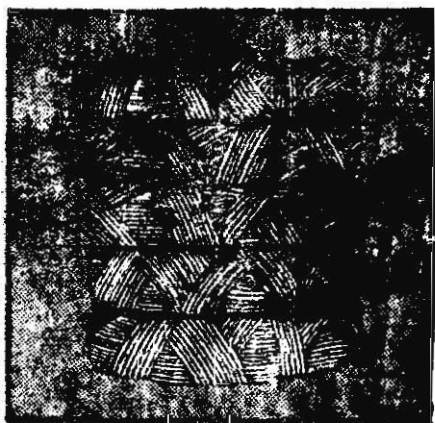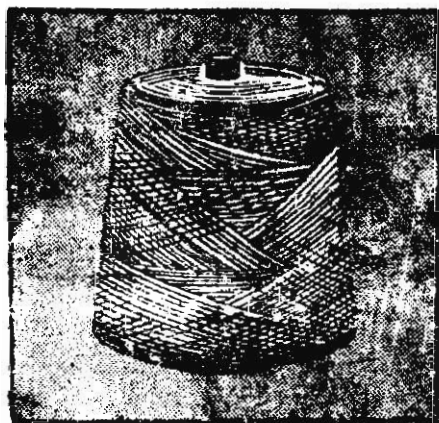
فوّارہ مارکہ
اصلی قسم کا
سُوتی دھاگہ
سنگل اور فولڈڈ
۱۰ کاؤنٹ سے ۴۰ کاؤنٹ تک
ہینکس کے علاوہ کونز پر بھی دستیاب ہے
FOUNTAIN
BRAND
تیار کنندگان:
ڈی-ایم-ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
ہیڈ آفس: ۱۹- کاٹن ایکسچینج بلڈنگ — پوسٹ بکس نمبر ۴۶۱۵ — کراچی
تار کا پتہ: DOSTCOT — فون — ۲۲۱۳۳۰ — ۲۲۳۹۱۳
راولپنڈی
تار کا پتہ: FINSTEX